بسم اللہ الرحمن الرحیم

پروفیسر محمد اقبال جاوید☆

مقالاتِ سیرت ۔ ایک تعارفی جائزہ

ساتویں و آٹھویں قومی سیرت کانفرنس

وزارت مذہبی امور، حکومت پاکستان ۔ اسلام آباد

ساتویں قومی سیرت النبی کانفرنس ، ۲۹، ۳۰ دسمبر ۱۹۸۲ء

اس کانفرنس کا مرکزی خیال تھا

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بحیثیت مظہر تکمیل نبوت و رسالت

فہرستِ مضامین درجِ ذیل ہے:

۱۔	پیش لفظ	جناب عرفان احمد امتیازی، سیکرٹری وزارتِ امور مذہبی
۲۔	خطبہ استقبالیہ	الحاج محمد عباس خان عباسی، وفاقی وزیر امور مذہبی
۳۔	خصوصی خطاب	جناب حبیب شطی، سیکرٹری جنرل اسلامی کانفرنس
۴۔	خطبہ افتتاحیہ	عالی مرتبت جناب جنرل محمد ضیاء الحق، صدرِ پاکستان
۵۔	خطبہ صدارت اجلاس اول	الحاج محمد علی خان آف ہوتی، وفاقی وزیر تعلیم
۶۔	خطبہ صدارت اجلاس دوم	جناب جسٹس شیخ آفتاب حسین چیئرمین وفاقی شرعی عدالت
۷۔	خطبہ صدارت اختتامی اجلاس	الحاج محمد عباس خان عباسی، وفاقی وزیر امور مذہبی

☆ گوجرانوالہ

۸۔	آنحضرت ﷺ بحیثیت مظہر ختم نبوت	مولانا عبداللہ خلجی
۹۔	مظہر تکمیل نبوت ورسالتا	جسٹس (ریٹائرڈ) قدیرالدین احمد
۱۰۔	سیرت طیبہ حضور ﷺ کے اسماء والقاب کے آئینے میں	ڈاکٹر سید عبداللہ
۱۱۔	رسول ﷺ اوّل وآخر	علامہ سید محمود احمد رضوی
۱۲۔	خطبات نبوی ﷺ	علامہ سید محمد رضی
۱۳۔	مظہر ﷺ تکمیل نبوت ورسالت ﷺ	صاحبزادہ سید فیض الحسن
۱۴۔	شفقت ورحمت	صاحبزادہ محمد فیض علی فیضی
۱۵۔	مظہر اکمل اور خاتم الانبیاء ﷺ	مولانا شبیہ الحسنین محمدی
۱۶۔	مظہر تکمیل نبوت ورسالتا	مفتی شجاعت علی قادری
۱۷۔	مظہر تکمیل نبوت ورسالت	مولانا محمد اطہر نعیمی
۱۸۔	آنحضرت ﷺ بحیثیت مظہر تکمیل نبوت ورسالت	مولانا سعیدالدین شیرکوٹی
۱۹۔	مظہر تکمیل نبوت ورسالت ﷺ	علامہ مرزا یوسف حسین
۲۰۔	اقوام عالم کے محسن ﷺ	مولانا سید حبیب الرحمٰن بخاری
۲۱۔	مظہرِ تکمیل نبوت ورسالت ﷺ	قاضی نورالحق ندوی
۲۲۔	حضور اکرم ﷺ اور اسلامی ریاست کی تشکیل	سید اسعد گیلانی
۲۳۔	سیرت طیبہ کی تاریخی وادبی کاملیّت	مولانا محمد ولی رازی
۲۴۔	تکمیل رسالت اور اتحاد عالم انسانی	بریگیڈیر (ریٹائرڈ) گلزار احمد
۲۵۔	رسول ﷺ اکرم بحیثیت معلم کامل	پروفیسر ڈاکٹر امتیاز احمد
۲۶۔	عقیدہ ختم نبوت اور اس کے تقاضے	پروفیسر عبداللطیف انصاری
۲۷۔	مظہر تکمیل نبوت ورسالت ﷺ	پروفیسر محمد عبدالجبار شیخ
۲۸۔	مظہر تکمیل نبوت ورسالت ﷺ	پروفیسر سمیع اللہ قریشی
۲۹۔	نبیٔ رحمت ﷺ	سید فیضی
۳۰۔	مظہر تکمیل نبوت ورسالت ﷺ	ڈاکٹر عبدالرشید
۳۱۔	مقامِ مصطفیٰ ﷺ بلوچی وبراہوی ادب کے آئینے میں	ڈاکٹر انعام الحق کوثر
۳۲۔	پیغمبر انقلاب رحمت ﷺ	پروفیسر فضل الحق میر

۳۳۔ نبیِ رحمت ﷺ — حکیم محمد یحییٰ خان شفا

۳۴۔ اسوۂ حسنہ ﷺ اور ہم — سید ودود احمد جیلانی

۳۵۔ سرور ﷺ عالم، نبی کامل — کرنل (ر) محبوب حسین خان لودھی

۳۶۔ مظہر تکمیل نبوت ورسالت — سید شاکر حسن

۳۷۔ آنحضرت ﷺ بحیثیت مظہر تکمیل نبوت ورسالت ﷺ عنایت اللہ

حرف آغاز

اقبالؒ نے انبیائے کرام کے مقدس سلسلے کو قافلہ ہائے رنگ و بو سے تعبیر کرتے ہوئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ''آیۂ کائنات کا معنی دیریاب'' قرار دیا تھا۔ گویا جملہ انبیاء رنگ ونکہت سے معمور اس قافلے کے عظیم وجلیل راہی تھے اور یہ رہرو، ایک وجودِ منتظر کو قافلہ سالار کے طور پر یاد کرتے رہے، قدیم صحائف اسی خوش خبری سے مہکتے رہے اور ہر نبی آپ ﷺ ہی کی تعریف میں رطب اللسان اور ہر دور آپ ﷺ ہی کے ذکرِ جمیل سے نشاط آہنگ رہا۔

ہر لحہ، ہر صدی کا ، ازل سے افق افق
صلِ علیٰ کا سرمدی نغمہ سنائے ہے

چمنستانِ کونین میں ہر نبی، ایک گلِ تر کی حیثیت رکھتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے حسن تخلیق کا مظہر ہے۔ یوں حسن و جمال کی وحدت کو کثرت کا رنگ ملا، آخر میں خالقِ کائنات نے تمام انبیاء کے کمالات کو محمد عربی ﷺ کی ذاتِ اقدس میں یکجا کر کے کثرت کو ایک دائمی وحدت میں بدل دیا۔ اور تمام پھول ایک گلدستے میں جمع ہو کر ایک ایسا آہنگ اختیار کر گئے کہ اس کی جامعیت کو زبان وقلم کی جملہ فصاحتیں اور بلاغتیں یکجا ہو کر بھی بیان نہیں کر سکتیں۔ گلدستہ چونکہ مختلف پھولوں سے بنتا ہے اس لئے ہر پھول کی عظمت کو تسلیم کرنا پڑتا ہے، مختلف پھولوں کی عظمت ہی سے گلدستے کی عظمت بنتی ہے۔ گلدستہ تمام پھولوں کی عظمتوں کو اپنی آغوش میں لئے ہوتا ہے۔ ان کی بہار دکھاتا ہے ان کی عظمتوں کو آشکار کرتا ہے اور ان کی عظمتیں، اس کی اپنی عظمتیں کہلاتی ہیں۔ اسی لئے حضور ﷺ نے ہر نبی کی عظمت کے تحفظ و بقا کے لئے پوری پوری کوشش کی ہے اور ہر نبی نے حضور ﷺ کی عظمت کے گیت گائے ہیں (۱) جبکہ یہ ایک واضح حقیقت ہے کہ نبیِ کریم ﷺ نے نہ کسی آنے والے کو یاد کیا اور نہ خود کو عظیم تر قرار دے کر کسی عظیم ترین کی آمد کا مژدہ سنایا، اس نوع کی پیش گوئی کی ضرورت بھی نہ تھی کہ اللہ تعالیٰ نے قیامت تک کی جملہ مخلوق

کے لئے دین اسلام کو پسند کر کے اور اپنی نعمتوں کو مکمل کر کے اسلام کو ایک آفاقی دین بنا دیا، اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَ اَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَ رَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا (۵۔۳) میں ''کُمْ'' کی ضمیر کا مخاطب دورِ موجودہ و آئندہ کا ہر انسان ہے، صرف وہ صحابہ کرامؓ نہیں ہیں جو آخری حج کے موقع پر میدانِ عرفات میں جمع تھے۔ اسی لئے اس خطاب کی ہر بات، ہر شخص کو دوسروں تک پہنچانے کی تاکید کی گئی۔ اس آیت میں تین شاندار بشارتیں ہیں تکمیل دین کی بشارت اتمام نعمت کی بشارت اور ہمیشہ کے لئے رضائے الٰہی کے حصول کی بشارت، یعنی اسلام بہمہ وجوہ کامل ہے، نبوت اور وحی کی نعمتیں بشکل اتم ہمیں حاصل ہیں اور خدا خوش ہے کہ ہم مسلمان ہیں۔ گویا جب تک اسلام موجود ہے کتاب و سنت کے اوراق ہمارے لئے رہنما ہیں۔ اب ہمیں رضائے الٰہی کے حصول کے لئے کسی جدید نبوت و تشریح کی ضرورت نہیں ہے (۲) اور پھر حضور ﷺ کو جملہ انسانیت (۳۴۔۲۸) کے لئے بشیر و نذیر بنا کر بھیجا گیا اور قرآن پاک کے آغاز (۲۔۴) ہی میں واضح کر دیا گیا کہ ''مومنین یقین رکھتے ہیں اس چیز پر جو تم پر اتری اور ''جو کچھ تم سے پہلے اترا اس پر بھی'' اس میں صرف موجودہ اور گزشتہ فرامین ربانی کا ذکر ہے۔ آئندہ کے بارے میں کوئی ہلکا سا اشارہ بھی نہیں ہے اور پھر قرآن پاک نے آپ ﷺ کو واضح طور پر'' خَاتَمَ النَّبِیّٖنَ '' (۳۳۔۴۰) قرار دیا۔ سورۂ احزاب کی اس معروف آیت میں دو تین امور کا ذکر ہے۔ ۱۔ حضور ﷺ کسی صلبی فرزند کے باپ نہیں، ۲۔ یہ نبوت تا قیامت جاری رہے گی کیونکہ حضور ﷺ نبوت کا وہ آخری اور انتہائی کمال ہیں جس کے بعد ہر تخیل تکمیل پذیر ہو جاتا ہے اور کسی مزید ہدایت کی ضرورت باقی نہیں رہتی گویا اب کتاب و سنت کی روشنی کے ہوتے ہوئے کسی اور اجالے کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ علم کا جمال اور عمل کا کمال اپنے آخری مقام تک پہنچ چکا ہے۔ بقول سید ضمیر جعفری ؎

مشیت حسن کی تکمیل فرماتی ہوئی ابھری
تصور، آخری تصویر بن جاتا ہوا آیا

نبیٔ پاک ﷺ نے اپنے آپ کو ایوان رسالت کی آخری اینٹ قرار دے کر، اپنی ذات کو ''مظہر تکمیل نبوت و رسالت'' کے طور پر پیش کیا۔ یوں ان کی نبوت، آخری نبوت، ان کی کتاب آخری کتاب ان کی شریعت آخری شریعت اور ان کی امت آخری امت کے طور پر جانی اور مانی گئی، اس طرح حضور ﷺ خاتم الرسل، اسلام خاتم الادیان اور مسجد نبوی ﷺ، خاتم المساجدِ انبیاء بنی۔ نبیٔ کریم ﷺ کی ایک اور حدیث دیکھئے:۔

''میں محمد ﷺ ہوں، میں احمد ﷺ ہوں، میں وہ مٹانے والا ہوں جس کے

ذریعے اللہ کفر کو محو کرتا ہے اور میں وہ حاشر ہوں جس کے قدموں پر تمام لوگوں کا حشر ہوگا اور میں وہ عاقب ہوں جس کے بعد کوئی نبی نہیں ہے''

آپ ﷺ کے اسمائے گرامی محمد اور احمد بھی آپ ﷺ کی اکملیت کی دلیل ہیں۔گویا آپ ﷺ سے زیادہ کسی کی تعریف نہیں کی گئی اور آپ ﷺ سے زیادہ کسی نے اپنے خالق کی تعریف نہیں کی۔حضور ﷺ نے اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا کو اپنے کمال پر پہنچا کر خدا شناسی کا ایک بلند ترین معیار قائم کیا اور اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کے ذکر کو وہ رفعت عطا کی کہ اوقات عالم کا ایک لمحہ بھی ایسا نہیں گزرتا جو اس ذکر پاک سے زندگی، تازگی اور بالیدگی نہیں لیتا۔حقیقت یہ ہے کہ قرآن پاک ختم نبوت پر دلالت کرتا ہے، سنت اس کی صراحت کرتی ہے اور امت اس پر یوں متفق ہے کہ اس کے نزدیک، ہر دور کا مسیلمہ کذاب اور گستاخ رہا ہے خواہ وہ نبوت محمد ﷺ کا مصداق ہی کیوں نہ ہو، وہ خانہ کعبہ کے غلاف کے اندر خود کو لپیٹ بھی لے پھر بھی واجب القتل ہے۔اور امت مسلمہ کی اجتماعی غیرت نے کبھی ایسی گستاخی کو گوارا نہیں کیا اور ہر دور میں ایسے سارقین نبوت کے قبروں کی مٹی بھی غبار معصیت بن کر اڑتی رہی ہے۔ختم نبوت سے متعلق علامہ اقبال کی ایک نظم، ایک سازش کے تحت ان کے کلام میں شامل نہیں کی گئی تھی، وہ انجمن حمایتِ اسلام کی روداد ۱۹۰۲ء کے صفحہ ۳۲ پر آج بھی موجود ہے، دیکھئے ؎

اے کہ بر دلہا رموز عشق آساں کردہ ای
سینہ ہارا از تجلی یوسفستاں کردہ ای

اے کہ صد طوراست پیدا از نشان پائے تو
خاک یثرب را تجلی گاہ عرفان کردہ ای

اے کہ بعد از تو نبوت شد بہر مفہوم شرک
بزم را روشن زنور شمعِ عرفان کردہ ای

اے کہ ہم نام خدا باب دیار علم تو
امیّ بودی و حکمت رانمایاں کردہ ای

فیض تو دشت عرب رامطمحِ انظار ساخت
خاک ایں ویرانہ را گلشن بداماں کردہ ای

دل نہ نالد در فراق ماسوائے نور تو
خشک چوبے راز ہجر خویش گریاں کردہ ای

انبیائے کرام میں آپ کا عبداللہ ہونا بھی ''خاتم النبیین'' ہونے کی طرح ایک منفرد خصوصیت

ہے۔لفظ''عبداللہ'' کی عظمت کا اندازہ شیخ اکبر محی الدین ابن عربیؒ کے اس مکاشفے سے لگایا جاسکتا ہے کہ آپ نے فرمایا کہ''ایک مرتبہ مجھ پر مقامِ عبدیت ناکے کے برابر منکشف ہوا تو اس کی تاب نہ لاسکا،قریب تھا کہ جل جاتا''۔عبد اور عبدہ،میں واضح فرق ہے ایک منتظِر دوسرا منتظَر ،ایک انتظار کررہا ہے کسی کی نگہِ التفات کا اور دوسرے کا انتظار خود بارگاہِ ناز میں کیا جارہا ہے،گویا عبدہ'الا اللہ کے مخفی اسرار کا آئینہ دار ہے۔

پیش او گیتی جبیں فرسودہ است
خویش راخود عبدہٗ فرمودہ است

عبدہٗ از فہم تو بالاتر است
زانکہ اوہم آدم و ہم جوہر است

عبد دیگر عبدہٗ چیزے دگر
ما سراپا انتظار او منتظر است

عبدہٗ دہر است و دہر از عبدہٗ است
ماہمہ رنگیم و ادبے رنگ و بو ست

عبدہٗ چند و چگون کائنات
عبدہٗ راز درون کائنات

معراج کو جاتے ہوئے جملہ انبیا کی امامت بھی ثبوت ہے اس امر کا کہ آپ ﷺ رسولِ اول بھی ہیں اور آخر بھی۔حضرت شیخ سرہندؒ اپنے ایک مکتوب (۲۳۲/ج ۲) میں ایک حدیث قدسی کا یوں ذکر فرماتے ہیں،کہ اللہ تعالیٰ نے نبیِ کریم ﷺ سے فرمایا کہ''اگر تمہیں پیدا فرمانا منظور نہ ہوتا تو ہم اپنا رب ہونا بھی ظاہر نہ فرماتے''اور پھر یہ حدیثِ پاک کہ''مجھے اس وقت نبوت مل گئی تھی جبکہ آدم روح وجسم کے اور پانی اور مٹی کے درمیان تھے''گویا صفتِ وجود کے اعتبار سے بھی آپ ﷺ اولین ہیں اور صفتِ نبوت کے لحاظ سے بھی۔یہ درست نہیں ہے کہ حضور ﷺ علم الٰہی میں نبی تھے کیونکہ نبوت ایک وصف ہے اور اس کے لئے موصوف کا ہونا ضروری ہے۔گویا ذات نبی ﷺ ظہور میں آئی تو پھر وصف نبوت سے نوازی گئی۔یوم یثاق میں سب سے پہلے''بلیٰ''کہنے والے،بوقت حشر قبر مبارک سے سب سے پہلے اٹھنے والے،سب سے پہلے جنت کا دروازہ کھولنے والے،سب سے پہلے جنت میں داخل ہونے والے،سب سے پہلے میدان محشر میں سجدہ گزار ہونے والے،اور امت کی شفاعت فرمانے والے،آپ ﷺ ہی تو ہیں۔وجود عنصری کے اعتبار سے اشرف نبوت کے لحاظ سے بلکہ بہر اعتبار آپ اول ہیں گو ظہور کے اعتبار

سے آخر ہیں۔اسی لئے اقبالؒ رسالت مآب ﷺ کو''آیۂ کائنات کامعنی دیریاب'' اورظفرعلی خاںؒ ''سب غایتوں کی غایت اولیٰ'' قرار دیتے ہیں۔یوں سمجھئے کہ رب العالمین بھی ایک ہی ہیں اور رحمۃ اللعالمین بھی ایک،وہاں بھی یکتائی ہے اور یہاں بھی دوئی کا ہرنقش جھوٹا ہے۔

نبیٔ اکرم ﷺ تمام جہانوں کے لئے باعثِ رحمت ہیں،اس اعزاز میں نہ رحمت کی کوئی قید ہے اور نہ جہانوں کی کوئی حد،آپ ﷺ کی رحمت،جملہ زمانوں،زمینوں،آسمانوں اور عالموں کے لئے ہے ماضی،حال اور مستقبل میں جہاں جہاں رنگ ونور کی کوئی دھنک دکھائی دے گی وہ رحمتِ عالم ہی کا فیض ہوگا۔گویا آپ ﷺ کی نبوت،تمام رحمتوں کا سرچشمہ ہے۔آپ ﷺ کی رحمت ورافت اور امانت وصداقت کی گواہی آپ ﷺ کے دور کے دشمنوں نے بھی دی،انہیں ہرانسانی اوراخلاقی فضیلت آپ ﷺ ہی کی ذات میں دکھائی دیتی رہی۔یہ الگ بات کہ وہ آپ ﷺ کی رسالت کوتسلیم کرنے سے گریزاں تھے کہ اس سے ان کی قبائلی رعونت خاک بسر ہوتی تھی اور حق یہ ہے کہ یہ اعزاز کسی اور مذہبی رہنما کو حاصل نہیں ہے کہ اس کی شخصی عظمت کی گواہی اس کے جانی دشمنوں نے دی ہو آپ ﷺ تمنائے خلیل بھی ہیں اور صانعِ فطرت کے شاہکار جمیل بھی،عبد یکتا بھی ہیں اور ذاتِ یکتا کا ثبوت بھی۔آپ ﷺ کا نقش قدم،منزل حق کا نشان ہے کہ اس کے بعد ہر تلاش،توہین جستجو ہے۔لوح وقلم آپ ﷺ کے اشارۂ ابرو کے منتظر اور کوثر وتسنیم آپ ﷺ کی جنبشِ لب سے رواں،آپ ﷺ کی محبت ہر مومن کے لئے خیر کثیر اور آپ ﷺ کی رحمت ہر گنہگار کے لئے سرمایۂ صد مغفرت،اوصاف حق کی بے مثال مظہر اور ہر عہد کے لئے گنجِ کرم،کانِ سخا،اور منبع احساں ؎

تجلیوں سے تری مستنیر و تابندہ
زمانِ ماضی و عصرِ رواں و آئندہ

قرآن مجید کے سوا،کوئی اد صحیفہ اپنے حقیقی ہونے کا دعویٰ نہیں کرسکتا،تحریف وتبدل نے سب کی الوہی شان کو مسخ کردیا ہے،ان کی اصلیت کا قائم نہ رہنا،ان کے عارضی ہونے کی اور قرآن کا بہرنوع محفوظ رہنا تکمیل دینِ اور ختم نبوت کی ایک روشن دلیل ہے۔نبوت کے خاتمے کے ساتھ ہی کتاب کا سلسلہ بھی منقطع ہوگیا اور یہ بھی یاد رہے کہ نبوت بغیر کسی کسب وہنر کے،عطائے ربانی کے طور پر ملا کرتی ہے اور کوئی نبی بھی اپنی مہر سے کسی دوسرے کو نبی نہیں بنا سکتا۔

ماضی میں ہر نبی اپنی ہی قوم کو پکارتا رہا۔یہ خصوصیت حضور ﷺ کو حاصل رہی کہ آپ نے پوری نوع انسانی کو پکارا۔اورنسل انسانی کی اکائی کو یوں مستند قرار دیا جس طرح اللہ واحد اور اللہ کا دین

ایک ہے۔''کافۃ للناس'' کا مفہوم یہی ہے کہ آپ ﷺ ہر زمانے میں اپنے عالمگیر پیغام کی وجہ سے زندہ ہیں۔ اور اب کسی زمانے کو کسی اور نبوت کے سائے سے پناہ لینے کی ضرورت نہیں، اب صرف آپ ﷺ کی ہدایت قابل قبول اور قابل اتباع ہے اب عبادت بھی ایک ہی ذات کے لئے ہے اور وہ ذات اللہ تعالیٰ کی ہے اور اطاعت بھی ایک ہی ذات کے لئے ہے اور وہ ذات حضرت محمد ﷺ کی ہے۔ اب یہی اطاعت، عبادت کو نور وحضور وسرور کی دنیا عطا کر سکتی ہے ؎

شوق ترا اگر نہ ہو میری نماز کا امام
میرا قیام بھی حجاب ، میرا سجود بھی حجاب

الغرض قرآن پاک نے کئی مقامات پر مختلف انداز سے حضور ﷺ کی نبوت کی ابدیت، عالمگیریت، خاتمیت اور اکملیت کا واضح اعلان فرمایا ہے کہ آپ ﷺ کی نبوت وقتی نہیں، دائمی ہے کسی خاص قوم کے لئے نہیں بلکہ اقوام عالم کے لئے ہے۔ ہدایت ربانی کا وہ سلسلہ جس کا وعدہ ہبوط آدم کے ساتھ ہی کیا گیا تھا، نبیٔ اکرم ﷺ کی تشریف آوری سے اپنے اختتام کو پہنچا۔ کسی سلسلے کا اختتام کو پہنچنا ہی اس کی تکمیل کی دلیل ہے، گویا اب نبی نہیں آئیں گے بلکہ نبیوں کا کام، آخری نبی ﷺ کی امت کو کرنا ہوگا اس لئے لازم ہے کہ امت کا ہر فرد خود کو اسوۂ رسول ﷺ کے سانچے میں ڈھال لے اور مسلمان صرف قاری نہ رہے بلکہ چلتا پھرتا قرآن بن جائے کہ ؎

تجھ کو اے دل، خود تڑپنا بھی ہے تڑپانا بھی ہے
آگ بننا ہی نہیں ہے آگ برسانا بھی ہے

صرف سننا ہی نہیں تجھ کو پیام دلبری
بلکہ اس پیغام کو عالم میں پھیلانا بھی ہے

خود سراپا نور بن جانے سے کب چلتا ہے کام
تجھ کو اس ظلمت کدے میں نور برسانا بھی ہے

انبیائے کرام کے اس روحانی سلسلے کا مقصود، معاشرے کو نشو سے بلوغ تک لے جانا اور اس مقام تک پہنچانا ہے کہ ستارے اس کے کارواں کی گرد راہ بن جائیں اور آسمان محض ایک ردائے نیلگوں ہو کر رہ جائے۔ جب نسل انسانی نے بلوغت کے ابتدائی نقطے کو چھو لیا تو ضروری ہو گیا کہ وہ موعظت کا یہ روحانی اور رحمانی سلسلہ بھی ارتقائی منزلیں طے کرتا ہوا اپنی انتہا کو پہنچے اور انسانی شعور کی پختگی، شعار کی تابندگی اور شعائر کی پاکیزگی، کسی خارجی سہارے کے بغیر اس خاکداں کو جنت نشاں بنا دے۔ نیاز مانہ

نئے صبح و شام، ہر لحظہ نیا طور، نئی برق تجلی۔فکر انسانی کا ایک شاندار ارتقاء اور عقل و وجدان کا ایک بے نظیر امتزاج۔یوں نبوت کے اختتام نے جسمانی، مادی اور روحانی امکانات کے نظر افروز اور دل آویز ایوان کھول دئے اور اقبالؒ کے الفاظ میں :۔

> ختم نبوت سے مراد اس امر کا شدید احساس ہے کہ زندگی ہمیشہ کے لئے خارجی سہارے کی محتاج نہیں رہ سکتی اور یہ کہ خود شعوری کی تکمیل کے لئے ضروری ہے کہ بالآخر انسان محض اپنی استعداد پر انحصار کرنے لگے۔اسلام جدید تفکر اور تجربے کی روشنی میں قدم رکھ چکا ہے اب کوئی ولی یا پیغمبر اسے قرون وسطیٰ کے تصورات کی تاریکی کی طرف واپس نہیں لے جاسکتا۔(خطبہ۵،مسلم ثقافت کی روح)

اب امت مسلمہ نے خیر امم بن کر انسان کو بدی سے روکنا اور نیکی کا حکم دینا ہے، اسی لئے اس امت کے معلمین و مبلغین کو بنی اسرائیل کے انبیاء سے تشبیہ دی گئی۔اب اس ''امت وسط'' کا فرض ٹھہرا کہ وہ نسل انسانی کی رہنمائی ،فکر انسانی کی اصلاح اور قلب انسانی کے تزکئے کے سلسلے میں تا قیامت، آخری نبی ﷺ کی نمائندگی کرتی رہے۔یہی وجہ ہے کہ یہ امت دوسروں کے لئے شاہد اور نبیؐ پاک ﷺ اس پر شاہد بنا دیئے گئے، روز حشر حضور ﷺ شہادت دیں گے کہ انہوں نے احکام الٰہی، بے کم و کاست مسلمانوں تک پہنچا دیئے اور انہیں، دوسروں تک پہنچانے کی ذمہ داری بھی سونپ دی اور اس کے بعد ہم مسلمانوں کو یہ شہادت دینا ہوگی کہ ہم نے نمائندۂ رسول آخری ﷺ کی حیثیت سے ابلاغ کا حق کس حد تک ادا کیا ہے ۔

ایک ایک قطرے کا مجھے دینا پڑا حساب
خون جگر، ودیعتِ مژگان یار تھا!

اہم اقتباسات:

اختتام نبوت کے تصور سے ایک عظیم اور حسین آزادی امت مسلمہ کو ودیعت ہوئی ہے اب امت محمدی کا اپنا فرض ہے کہ اس علم کو جسے خدائے قدوس نے آنحضرت ﷺ کے توسط سے اس کو بخشا ہے خود سمجھ سوچ کر استعمال کرے، نئی راہیں تلاش کرے، نئی نئی بلندیوں پر گامزن ہوتا کہ نظر وسیع سے وسیع تر ہوتی جائے، تدریس کی اس آزادی کی مدد سے جو اپنے آپ پر اعتماد اور ہمت خاص پیدا کرتی ہے دنیا کے لئے مثال بنے ، یہ مثال ایمان میں، کردار میں علم و ہنر کی قیادت میں، طریقۂ حکومت میں، حصول

طاقت میں، انصاف گستری اور تسخیر فطرت میں کارفرما ہو۔(۳)

حضور کو شاہد کا لقب کیوں دیا گیا ہے۔ تفاسیر میں بہت سی تعبیریں ملتی ہیں۔ امام رازیؒ سے لے کر سید قطبؒ اور مفتی محمد شفیعؒ تک تقریباً سبھی یہ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ قیامت کے روز اپنی امت اور امم سابقہ کے اعمال کے بارے میں بلکہ انبیائے سابقہ کے بارے میں شہادت دیں گے کہ انہوں نے خدا کا پیغام پہنچا دیا تھا اور یہ بھی کہ کس نے کیا کیا عمل کیا۔ ظاہر ہے کہ یہ تعبیر بھی درست ہے۔ لیکن سیرت کے نقطہ نظر سے اگر ہم شاہد اور مصدق دو القاب کو یکجا کر کے غور کریں تو ہمیں دو خاص نکات ملیں گے۔ ایک تو یہ آپ ﷺ قدیم اور جدید دنیا کے درمیان ایک رابطہ اتصال کا درجہ رکھتے ہیں اور دونوں کے شاہد اور تصدیق کنندہ ہیں کے علاوہ عقبی حیات موجود میں بھی آپ ﷺ ایک معیار حقیقی ثابت ہوئے۔ یعنی پچھلی تاریخ نے انسانوں کے لئے جو اسباق اور عبارتیں مہیا کیں ان کی شہادت آپ ﷺ نے دے کر دنیا کے لئے ایک اخلاقی و روحانی معیار کی تصدیق کی اور اپنے عمل سے اس کی شہادت دی جس کے سوا انسان نہ فوز وفلاح پا سکتے ہیں نہ سعادت سے بہرور ہو سکتے۔ آگے چلئے لقب مصدق اور **الحجة البالغه** کے بھی یہی معنی ہیں کہ حق و باطل اور کامیابی کے اصولوں کی معیاروں کی آپ ﷺ نے شہادت بھی دی اور اس کی تصدیق بھی آنے والی انسانیت کے لئے پیش کی۔ علامہ ملطاوی نے اپنی کتاب رسول اللہ ﷺ فی القرآن الحکیم میں بھی کچھ اسی قسم کا ارشاد کیا ہے واضح ہے کہ ان دو لفظوں کے اردگرد حضور ﷺ کی پوری سیرت اور پورے احکام قرآنی لپیٹے جا سکتے ہیں۔(۴)

کتاب و سنت کی ان تصریحات جلیلہ سے واضح ہوا کہ حضور قصرِ نبوت کی آخری کڑی ہیں۔ قصر نبوت اپنے جملہ محاسن اور خوبیوں کے ساتھ مکمل ہو گیا، اس لئے ضروری ہوا کہ عالم کی ابتدا میں انبیاً کرام کی بعثت کی جو اطلاع دی گئی تھی، اس کی انتہا پر سلسلہ نبوت کے خاتمے کا بھی اعلان کر دیا جائے لہٰذا نعمتوں کا اتمام، دین کا اکمال اور نبوت و رسالت کا اختتام ہوا۔ اللہ تعالیٰ کی سنت یہ ہے، جب وہ کسی چیز کو ختم فرماتا ہے تو کامل ہی ختم کرتا ہے، ناقص نہیں کرتا، نبوت اپنے کمال کو پہنچ گئی اس لئے یہ منصب ہی ختم کر دیا گیا اب نہ کوئی رسول پیدا ہو گا نہ نبی نہ تشریعی اور نہ غیر تشریعی، اور ظلی و بروزی کی لایعنی اصطلاح کا تو دین میں تصور ہی نہیں ہے۔ غرضیکہ نبوت کا ختم ہونا۔ خدائی نعمت کا اتمام اور دین کا انتہائی عروج و ارتقا ہے جو بجائے خود اللہ تعالیٰ کی عظیم و جلیل نعمت ہے، سلسلہ انبیاء میں حضور آخری نبی ہیں یعنی آپ ﷺ کی آمد ہی اس وقت ہوئی جب کہ جس قدر انبیاء کا آنا مقدر تھا ان کا ایک ایک فرد آ چکا۔ اب جبکہ نبوت ختم ہو گئی تو آپ ﷺ اس کی دلیل بن کر آئے، اللہ تعالیٰ نے آپ کو خاتم النبیین ہونے کے ساتھ ساتھ رحمۃ

العلمین بھی بنایا۔جس سے یہ بتانا مقصود ہے کہ رسُول خاتم بذات خود تمام جہانوں کے لئے رحمت و برکت ہے اس لئے ختم نبوت سے رحمتِ الٰہی کا دروازہ بند نہیں ہوا، بلکہ نبیؑ رحمت کے ذریعہ نزولِ رحمت باری کو حیاتِ سرمدی ملی ہے۔اس لئے اب قیامت تک رحمتِ باری وانوار و برکات صمدی کا نزول ہوتا رہے گا، توحید کی شمع جلتی رہے گی، ایمان کے پھول کھلتے رہیں گے، انوار کی بارش ہوتی رہے گی۔ایقان کا دریا بہتا رہے گا، حق وصداقت کے چراغ چمکتے رہیں گے، رشد و ہدایت کے تارے دمکتے رہیں گے، فکر کی تطہیر، دماغ کی تنویر، نفس کا تزکیہ اور روح کی آسودگی کے سامان مہیا ہوتے رہیں گے۔ خاتم النبیین ورحمۃ للعلمین کے صدقے اور طفیل بنی نوع انسان قیامت تک فیوض و برکات الٰہیہ سے مستفید و مستنیز ہوتی رہے گی۔الغرض ہمارے آقا و مولا آئے، نبیوں کے امام اور رسولوں کے خطیب آئے وہ آئے جو ہدایت کی ایسی شمع ہیں جس میں دھواں نہیں، رسالت کا ایسا پھول ہیں جس میں خار نہیں ان کی تابش خاکِ پا غازہ روئے قدسیاں ہے اور ان کی صورت حق نما آئینہ جمال کبریا ہے، وہ آئے اور تمام تر زیبائیوں اور رعنائیوں کے ساتھ آئے۔نیابت بھی آپ ﷺ پر ختم ہوئی اور نبوت بھی، معرفت بھی آپ ﷺ پر ختم ہوئی اور حکمت بھی، حضور آئے تو مخلوقِ الٰہی کو حیات سرمدی ملی، قلب ونگاہ کی تعبیر ہوئی، عظمت انسانیت کی تکمیل اور سرزمین بے آئین میں حکومت الٰہیہ کی تشکیل ہوئی۔(۵)

آئے جو یہاں حبیب رحمٰن پیچھے یعنی شہ مرسلان ذیشان پیچھے
کیا منکرو اس میں جائے حجت فوج آگے رہا کرتی ہے سلطان پیچھے

حضور پیغمبر اسلام علیہ السلام خاتم النبیین ہیں، جن پر نبوت و رسالت کی تکمیل ہوگئی، تعلیم الٰہی مکمل ہوگئی اور آئندہ کے لئے نبوت ورسالت کا سلسلہ بند ہوگیا، انسانی استعداد کو بلوغ دے کر قرآنی ہدایت اور خاتم النبیین کی قیادت میں بقا اور ارتقا و تعلیم و ترقی کی انتہائی رفعتوں تک پہنچنے کا سامان مہیا کر دیا گیا۔انسان کو قیامت تک کے لئے وہ سب کچھ دے دیا گیا جس کی اسے ضرورت تھے تکمیل کے بعد اور کوئی مقام نہیں اور قرآن حکیم کے بعد اور کوئی کتابِ ہدایت نہیں اور حضور ختم المرسلین ﷺ کے بعد اور کوئی نیا نبی نہیں۔(۶)

آپ ﷺ بیک وقت داعی الی اللہ اور سراج منیر ہیں۔آپ کی تعلیم کو قیامت تک باقی رہنا تھا اس لئے آپ کی ذات کو مجموعۂ کمال اور دولتِ لازوال بنا کر بھیجا گیا۔چونکہ آپ آخری نبی ﷺ ہیں اور آپ کے بعد کوئی دوسرا آنے والا نہیں اس لئے آپ کی سیرتِ طیبہ کی جامعیت، کاملیت اور تاریخیت سے نوازا گیا۔آپ نے سب انسانوں کی سب حالتوں کے لئے دائمی اور جامع نمونہ پیش فرمایا۔کیونکہ

آپ ﷺ ہی ختمِ نبوت و رسالت کے آخری اور جامع مظہر ہیں۔اور آپ ہی کا اسوۂ تا قیامت نوع انسانی کے لئے دائمی نمونہ ہے۔

لَقَدْ کَانَ لَکُمْ فِیْ رَسُوْلِ اللّٰہِ اُسْوَۃٌ حَسَنَۃٌ

آپ ہی مظہر تکمیل نبوت و رسالت ہیں :(۷)

خلق و تدبیر و ہدایت ابتدا است رحمۃ اللعالمین انتہا است
ہر کجا بینی جہانِ رنگ و بو آنکہ از خاکش بردید آرزو
یارِ نور مصطفیٰ اور ابہا ست یا ہنوز اندر تلاش مصطفیٰ است

جب یہ کہا جاتا ہے کہ حضور اکرم ﷺ تکمیل نبوت کا مظہر ہیں تو بعض اذہان اس شبہ میں گرفتار ہو جاتے ہیں کہ آپ ﷺ کے علاوہ دوسرے انبیاء علیہم السلام میں کچھ نقص تو نہیں تھا۔کیونکہ کمال کی ضد نقص ہی ہے۔اس کا جواب یہ ہے کہ دوسرے انبیاء علیہم السلام کو نبوت و رسالت جس نوعیت و کیفیت سے عطا ہوئی وہی ان کے شایان شان تھی اور وہ ان کے اعتبار سے کامل تھی لیکن جب اس کو نبوت محمدی کے اعتبار سے دیکھا جائے تو دونوں میں وہی نسبت ہوگی جو افضل و فاضل میں ہوئی ہے۔ چنانچہ قرآن کریم میں فرمایا گیا ہے۔ تِلْکَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَھُمْ عَلٰی بَعْضٍ۔(بقرہ،۲۵۳) یہ وہ رسول ہیں جن کو ہم نے ایک سے ایک کو افضل بنایا ہے۔نبوت تو بجائے خود ایک کمال ہے جو ہر نبی کے لئے ثابت ہے۔اب جو چیز ہمیں ذاتِ حضور اکرم ﷺ میں دیکھنی ہے وہ اس کمال کا کمال ہے، یا بالفاظِ دیگر اس کمال کی اکملیت ہے۔(۸)

خالق و مالک نے کائنات بنائی لیکن عالم انسانیت کے بسنے والوں پر احسان نہیں جتایا انسان کو اشرف المخلوقات بنا کر اس کو وَلَقَدْ کَرَّمْنَا بَنِیْ آدَمَ کے تاج سے مزین فرمایا لیکن اس نعمت پر بھی رب نے احسان کو یاد نہ دلایا۔صحیح اور سالم الاعضا بنایا عقل سلیم عطا فرمائی لیکن اس نعمت پر بھی احسان نہیں جتایا چاند سورج پانی، ہوا، جسم انسانی اور اس پر بیشمار بال اور ہر بال میں لاتعداد نعمتیں اور ان نعمتوں کو کہاں تک شمار کیا جاتا ہے جبکہ خود خالق کائنات نے فرمایا ہے :۔ اِنْ تَعُدُّوْ انِعْمَۃَ اللّٰہِ لاَ تُحْصُوْھَا اگر تم اللہ کی نعمتوں کا احصاء کرنا چاہو تو ان کو شمار نہ کرسکو گے۔ان بے شمار نعمتوں میں سے کسی بھی نعمت کا رب کریم نے تذکرہ نہ فرمایا اور مومنوں کو ممنونِ احسان نہ فرمایا تذکرہ فرمایا تو اپنی عظیم اور گرانقدر نعمت کا اور وہ کس پیارے انداز میں :

لَقَدْ مَنَّ اللّٰہُ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ اِذْ بَعَثَ فِیْھِمْ رَسُوْلاً مِّنْ اَنْفُسِھِمْ یَتْلُوْا

عَلَيۡهِمۡ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيۡهِمۡ وَيُعَلِّمُهُمُ الۡكِتٰبَ وَالۡحِكۡمَةَ ۚ وَاِنۡ كَانُوۡا مِنۡ قَبۡلُ لَفِىۡ ضَلٰلٍ مُّبِيۡنٍ (۳/۱۷)

یقیناً مومنوں پر رب کریم نے احسانِ عظیم فرمایا جبکہ اس نے انہیں میں سے ایک رسول ان میں مبعوث فرمایا جو انہیں آیات ربانی سنا کر ان کا تزکیہ نفس فرماتے ہیں انہیں کتاب (قرآن مجید) کی تعلیم دیتے اور سنت پر عمل کرنا سکھاتے ہیں اگرچہ اس سے پہلے وہ لوگ کھلی گمراہی میں تھے۔

رب کریم نے آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک مبعوث ہونے والے انبیاء ورسل کی اطاعت وفرمانبرداری کا حکم دیا۔لیکن نبی مکرم ھادی اعظم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اطاعت کا جس طرح حکم دیا وہ اپنی نظیر آپ ہے چنانچہ سورۂ نساء کی آیت ۶۰ سے ۶۳ اس کی شاہد ہیں :۔

وَمَاۤ اَرۡسَلۡنَا مِنۡ رَّسُوۡلٍ اِلَّا لِيُطَاعَ بِاِذۡنِ اللّٰهِ ؕ وَلَوۡ اَنَّهُمۡ اِذۡ ظَّلَمُوۡۤا اَنۡفُسَهُمۡ جَآءُوۡكَ فَاسۡتَغۡفَرُوا اللّٰهَ وَاسۡتَغۡفَرَ لَهُمُ الرَّسُوۡلُ

ان آیات میں رسول معظم ہادیٔ اعظم ﷺ کی غیر مشروط اطاعت اور آپ ﷺ کے اتباع کو نہایت واضح موکد اور موثر پیرایہ میں بیان کیا گیا ہے۔جس میں '' و''کو قسم کے طور پر لایا گیا ہے اور نفی ایمان کے اظہار کے لئے لا نافیہ کو دوبارہ لایا گیا ہے۔ایک بار قسم سے پہلے اور دوسری بار قسم کے بعد اگر اس لا کو ایک بار بھی لایا جاتا تو لغوی اعتبار سے عبارت تو درست ہی رہتی لیکن وہ زور بیان پیدا نہ ہوتا جس کی یہاں ضرورت تھی،امام ابن جریر اور دیگر مفسرین نے فرمایا ہے کہ سابقہ آیات کے احکام کی طرح یہاں بھی یہ بتایا جا رہا ہے کہ یہ احکام نبی کریم ﷺ کی حیات ظاہری تک کے لئے نہیں ہیں بلکہ قیام قیامت تک کے لئے ہیں اور یہی ایمان کی اساس ہیں کیونکہ جو شخص رسول اکرم ﷺ کی اطاعت سے سرتابی کرتا ہے اس کے لئے اللہ تعالیٰ نے اپنا فیصلہ قسم کے ساتھ موکد کر کے جاری فرما دیا ہے کہ ایسا شخص دائرہ اسلام سے خارج ہے۔اللہ کے یہاں وہی اطاعت قبول ہوگی جو اس کے رسول کی اتباع میں ہو اور اس بات کو رب کریم نے بانداز دگر بھی فرمایا ہے کہ رسول کی اطاعت میں میری اطاعت مضمر ہے :۔

مَنۡ يُّطِعِ الرَّسُوۡلَ فَقَدۡ اَطَاعَ اللّٰهَ ۚ وَمَنۡ تَوَلّٰى فَمَاۤ اَرۡسَلۡنٰكَ عَلَيۡهِمۡ حَفِيۡظًا (سورۂ نساء ۱۰)

جس نے رسول کا حکم مانا بے شک اس نے اللہ کی فرمانبرداری کی لیکن جس نے احکام رسول سے روگردانی کی تو ہم نے آپ کو اس کے بچانے کے لئے نہیں بھیجا

ہے(۹)

حیات انسانی کو نبوت نے گہوارے سے پالا، انگلی پکڑوا کر کھڑا کیا، گھٹنوں چلایا، پروان چڑھایا تاآنکہ وہ جوان اور بالغ ہوئی اس دوران انسان مچلتے رہے، نادانیاں کرتے، گرتے اور لڑکھڑاتے رہے اور اپنے مربیوں اور ہادیوں سے آنکھیں چراتے اور انہیں دکھ پہنچاتے رہے۔ جوان ہونے کے بعد بھی بہک بہک جاتے رہے، مگر نبوت نے ہمیشہ انسانیت کو یوں آغوش میں رکھا جیسے کوئی ممتا کی ماری ماں جان چھڑک کے اور آخر دم تک سینے سے لگائے رہے۔

حیات و استعداد انسانی اپنے ابتدائی مراحل سے نکل کر تکمیل کی منزلوں میں آئی تو دین و رسالت بھی اپنے تکمیلی مرحلے میں آگئے اور دین و رسالت ذات گرامی سید المرسلین خاتم النبیین پر مکمل ہو گئے ہزاروں درود ان پر لاکھوں سلام۔(۱۰)

جن لوگوں کی انسانی تاریخ پر نظر ہے او جو قوموں کے عروج وزوال کے فلسفہ سے آشنا ہیں وہ اچھی طرح جانتے ہیں کہ انسان سازی کے لئے ایمان ویقین کی طاقت سے بڑھ کر کوئی طاقت نہیں، صالح ،حق پرست، ہمدرد اور انصاف پسند افراد پیدا کرنے کا صرف یہی ایک سیدھا راستہ ہے کہ لوگوں کے دلوں میں خدا پر ایمان ویقین کے پیدا ہونے سے انسان بدل جاتا ہے اس کا ضمیر وذہن بدل جاتا ہے اور ذہنیت کے بدل جانے سے انسانی مزاج بدلتا ہے اور بالآخر مزاج کی تبدیلی نظام حیات کی تبدیلی پر منتج ہوتی ہے ایمان وعقیدہ ہی سے حقیقی انسانیت پیدا ہوتی ہے جب یہ صحیح انسانیت پیدا ہو جاتی ہے تو صرف اس وقت انسان انسانیت کی خدمت کے قابل ہو جاتا ہے اس راہ کی مشکلات کو بطیّب خاطر برداشت کرتے ہیں اور اپنے عمل سے ثابت کرتے ہیں کہ وہ اپنے مناد اور ذاتی منفعت اور اپنی خواہشات کو پورا کرنے کے لئے نہیں بلکہ انسانوں کی خدمت کے جذبے سے سرشار ہو کر خدا کے بندوں کی خدمت کرتے ہیں۔ نبوت محمدی کی تعلیم سے ایسے ہی افراد تیار ہوتے تھے۔(۱۱)

اگر امت مسلمہ کی چودہ سو سالہ تاریخ پر نظر ڈالی جائے تو عیاں ہوتا ہے کہ گیارہ سو سال تک ہم عزت وعظمت، شان وشوکت، دبدبہ اور حشمت کے تنہا مالک اور اجارہ دار رہے ہیں اور دنیا کی تمام اقوام کی قیادت وسعادت ہمارے ہاتھ میں رہی ہے اہلِ اسلام نے اسی عقیدہ ختم نبوت کے پیش نظر ملی ذمہ داری کے جذبے سے سرشار ہو کر تعمیر انسانیت کے سلسلے میں وہ کارنامہ سرانجام دیا جس نے انسانی تہذیب وتمدن کو بام عروج تک پہنچا دیا۔ انسانی روح کو اوہام پر مبنی اور خرافات، ذلت وغلامی سے نجات دلائی۔ معاشرے کو ناپاکیوں اور گندگیوں، کمزوریوں اور ناتوانیوں سے باہر نکالا۔ دنیا کے مختلف ممالک میں

انسانوں کوظلم وسرکشی اور انسانی تہذیب کو انتشار وتباہی سے بچایا۔سماجی طبقہ واریت کے سلاطین کے جورو ستم ، مذہبی پیشواؤں کی غلامی سے نجات دلائی اور بالکل نئی بنیادوں پر دنیا کی تعمیر کی عقیدہ واخلاق وضمیر کی طہارت و پاکیزگی عطا کی ۔تعمیر وایجاد کی بلند قدریں بخشیں ،حریت پسندی اور اختراعی صلاحیتیں پیدا کیں۔ یقین ومعرفت وثوق اور اعتماد، عدل وانصاف اور خودداری عطا کی ، اور دنیا کو صحیح نشو ونما اور متوازن ارتقا کے لئے عمل پیہم اور سعی مسلسل پر آمادہ کیا اور انسانوں کی صلاحیتیں بروئے کار آئیں اور پھولیں پھلیں اور انسان سے وہ کام لیا جس کے لئے وہ پیدا کیا گیا تھا۔(۱۲)

آپ ﷺ کی ذات پاک منتہائے خلائق ہے اور کائنات کی تخلیق کا مقصد اتم کہ انفس و آفاق کی وسعتوں میں پھیلا ہوا جہانِ رنگ بو اپنے دائرہ میں سمٹ کر آپ ﷺ ہی کی ذات کے انتہائی اور آخری نکتہ پر مرتکز ہوتا ہے۔ کیونکہ آپ ﷺ خالق کی تخلیق کا آخری شاہکار ہیں اور ایسا خدائی نمونہ کہ جس کی آمد پر نبوت ورسالت کی تکمیل ہوئی۔(۱۳)

خدا تعالیٰ نے انسانی شعور کے ارتقا اور پیغمبرانہ شعور کے ارتقا میں ایک توازن رکھا۔ یہاں تک کہ انسان ذہنی ارتقاء کی اس منزل تک آ گیا کہ اپنے بدلے ہوئے تہذیبی حالات کے متوازی الٰہیاتی تعلیمات کو سمجھ سکے ،اپنی زندگی پر اس کا نفاذ کر سکے اور شعوری طور پر اس بات کو محسوس کر سکے کہ شعوب اور قبائل محض پہچان کا ذریعہ ہیں ورنہ انسان خواہ وہ کسی بھی رنگ ونسل اور خطے سے متعلق ہو فی الاصل ایک ہے،اس تصور کو جلا بخشنے کے لئے اور اس حقیقت کو نکھارنے کے لئے اور اس اعزاز پر خدا کا شکر بجالانے کے لئے بالآخر ذاتِ احدیّت نے انسانوں میں سے ایک انسان کو آخری نجات دہندہ بنا کر اس دنیا میں بھجوایا۔ ایک آخری کتاب اس کی وساطت سے نوعِ انسانی کو عطاء فرمائی جس میں سب سے پہلا اعلان انسان کی زبان سے اپنے مقام کی انتہائی روحانی اور تہذیبی ارتقاع کے حصول کے شکرانے کے طور پر ان الفاظ میں کرایا گیا کہ:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

اس لئے کہ انسان کا تہذیبی شعور اب واقعی اس درجے پر آ چکا تھا کہ اس بے پایاں نعمت پر خدا کا شکر واجب تھا۔

چنانچہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انسانی تاریخ کے اس موڑ پر دنیا میں تشریف لاتے ہیں جو انسانی کی روحانی تہذیب کا تکمیلی موڑ ہے۔ یہ انسانی تہذیب کا وہ اہم موڑ ہے جب ہر رنگ ونسل کا یہ انسان یہ صلاحیت حاصل کر چکا ہے کہ وہ امتِ واحدہ کا فرد بن کر اپنا عرصہ حیات مکمل کرے اور بہترین نقوش چھوڑ

کر اس دنیا سے رخصت ہو۔ نبی اکرم ﷺ اپنے عہد اور آگے آنے والے ہر عہد کے انسان کو یہی باور کرانے کے لئے تشریف لائے تھے کہ فی الحقیقت انسانیت کے اس مرحلے پر انسان کن صلاحیتوں سے سرفراز ہو چکا ہے اور تاریخ میں اب اسے اپنا مرتبہ اور مقام کس ڈھب سے زندگی گزار کر متعین کرانا ہے۔ انسان کی تاریخ کے جس عہد میں حضور اکرم ﷺ تشریف لائے وہ خدا کی ربوبیت کی انتہاؤں کا دور بھی کہا جاسکتا ہے۔ان معنوں میں حضور اکرم ﷺ انسان کی تاریخ میں دوسرے آدم قرار پائے۔ پہلے آدم علیہ السلام کے ساتھ انسان کے شعور کی طفولیت کا آغاز ہوتا ہے۔درمیانی عرصہ میں انسان نے اپنی شعور کے سفر کی مختلف منازل طے کیں جس میں نوحؑ اور ابراہیمؑ اور موسیٰؑ اور عیسیٰؑ بہت عظیم سنگ میل ہیں۔ یہاں تک کہ نبی اکرم ﷺ کی آمد انسانی تہذیبی شعور کی آخری منزل بن جاتی ہے کیونکہ یہ اعلان پچھلے کسی پڑاؤ پر نہیں سنا گیا جو رسالت و نبوت کے آخری پڑاؤ پر انسان نے یوں سنا ہے کہ آج سے دنیا بھر کا انسان ایک انسان ٹھہرتا ہے کیونکہ اس کا خدا ایک ہے۔اب عقائد کے تمام دھارے توحید کے سمندر میں جذب ہوتے ہیں۔ خدا کی وحدت کی طرح انسان کی وحدت کا اعتراف بھی ضروری تھا کیونکہ انسان روحانی تاریخ کی آخری معراج اور تکمیل تھا۔ نبی اکرم ﷺ نے انسان کو یہی معراج بخشا اور انسان کی روحانی تہذیبی تربیت کے ادارے یعنی نبوت و رسالت کی تکمیل فرمائی۔انسانی تاریخ کا سابقہ تجربہ یہ تھا کہ خدا نے انسان کو مختلف علاقوں میں اور مختلف ماحول میں طبائع کی رنگارنگی کے ساتھ پیدا کیا اور ہر زمانے میں ہر علاقے میں مختلف روحانی ہدایات سے بھی اس کے مطابق ہی انسان کو نوازا۔لیکن انسان کو زمین پر ہمیشہ بٹے رہنے کے لئے پیدا نہیں کیا تھا۔انسان کے تہذیبی شعور کا سفر بیک وقت پھیلاؤ کا بھی ہے اور سمٹنے کا بھی چنانچہ مختلف نسلوں اور تمدنوں کے انسان بتدریج ایک دوسرے کے قریب آتے رہے کیونکہ نوعِ انسان کے ایک نقطہ پر جمع ہونے کے دن قریب آرہے تھے۔ خدا انسان کی فطرت میں وحدت کا مادہ رکھ کر اسے مذاہب کی مستقل تفریق کا شکار نہیں رکھنا چاہتا تھا، تضادات کی باطنی ہم آہنگی کو سامنے لاکر اپنی کامل احدیّت کا اظہار بھی چاہتا ہے۔ چنانچہ جب نظام قدرت فقط ایک دینی وحدت کا متقاضی ہے تو انسانی وحدت کا اعلان بھی ضروری ہو جاتا ہے چنانچہ یہ فضیلت اور استکمالِ نبوت و رسالت اس نے صرف نبی اکرم ﷺ کو عطا کئے۔ حجۃ الوداع کے موقع پر اسی حکمت کے تحت جس اتحادِ انسانی کا مشن آپ ﷺ دنیا کے سامنے لے کر آئے تھے اس کا آخری اعلان آپ نے ان الفاظ میں ڈیڑھ لاکھ انسانوں کے سامنے یوں فرمایا :۔

لوگو بے شک تمہارا رب ایک ہے اور جدِّ اعلیٰ بھی ایک ہے۔تمام انسان آدم کی اولاد ہیں۔آدم مٹی سے بنایا گیا تھا۔ خدا کے ہاں صرف وہی معزز ترین ہے جو

سب سے زیادہ متقی ہے۔عربی کو عجمی اور عجمی کو عربی پر، سرخ کو سیاہ اور سیاہ کو
سرخ پر کوئی فضیلت نہیں۔برتری کی بنیاد صرف تقویٰ ہے۔(طبری)

دراصل اسی اتحادِ انسانی کے اعلانِ عام نے نینوا کے عداسؓ، یہود کے عبداللہ بن سلامؓ، سوڈان کے مدعمؓ حبشہ کے بلالؓ خراسان کے فیروزؓ فارس کے سلمانؓ روم کے صہیبؓ اور نجد کے اثامہؓ کو مہاجرین اور انصار کا بھائی بنا دیا تھا۔(۱۴)

اَلْمُسلِمُ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُوْنَ مِن لِسَانِہٖ وِیدِہٖ
مسلمان وہ ہے جس کے ہاتھ اور زبان سے مسلمان محفوظ رہیں۔

اس سے بڑھ کر انسانیت کو اور کونسا نظامِ زندگی مل سکتا ہے، امانت، صداقت اور شفقت ہو کہ ایثار و قربانی، حسنِ سلوک ہو یا جود و سخا، رحم و کرم ہو یا عدل و انصاف، حق پروری ہو یا ہمدردی و غم گساری۔ زندگی کی کوئی کیفیت ہو، ذاتی ہو کہ معاشرتی، انفرادی ہو کہ اجتماعی، اسلام اور شارعِ اسلام ﷺ نے اس کے لئے ہمیں ایک جیسا اندازِ فکر اور یکساں طرزِ عمل بخشا ہے۔ظاہر و باطن کا ایک ایسا مکمل اور حسین امتزاج مظہرِ ختم نبوت کے سوا اور کہیں دکھائی نہیں دیتا۔

فیصلہ عقل کا ہے اور یہ تقاضائے شعور
مظہرِ ختمِ نبوت پہ فضائل ہیں تمام(۱۵)

آپ کائنات انسانیت کی کتاب ارتقا کے حرفِ آخر کی حیثیت رکھتے ہیں اور کسی محدود زمانے یا مخصوص گروہ کی اِصلاح و تادیب پر مامور نہیں ہوئے بلکہ پوری انسانی برادری کی ہدایت و رہنمائی کے منصب پر فائز ہیں اور قیامت تک آنے والی تمام نسلوں کی اصلاح و ارشاد آپ ﷺ ہی کی نبوت کا فیضان ہے ۔

گشت او مبعوث تا روز شمار   از برائے کل خلقِ روزگار

آپ ﷺ نے بنی نوع انسان کو ظلم و جہل کفر و طغیان اور نفاق و افتراق کی اضطراب آفریں تاریکیوں سے نکال کر عدل و علم، ایمان و اطاعت اور اخلاص و اتحاد کی پرسکون، روشن اور جگمگاتی ہوئی شاہراہ پر ڈال دیا ہے ۔

امام رسل، پیشوائے سبیل   شفیع الوریٰ، خواجہٗ بعث و نشر
امین خدا مہبط جبرئیلؑ   امام الہدیٰ صدر دیوانِ حشر(۱۶)

آج ضرورت اس امر کی ہے کہ حُبّ رسول کو ہم محض عقیدے اور درود و سلام تک ہی محدود نہ رکھیں بلکہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی کامیاب زندگی کا رازِ دروں یعنی وحدت فکر و عمل اپنے دلوں اور

زندگیوں میں اتارنے کی کوشش کریں اگر ہم کہیں کچھ اور کریں کچھ اور اگر ہم قرانِ حکیم کو محض تلاوت، وعظ یا مذاکروں تک ہی استعمال میں لائیں اور روزمرہ زندگی میں ہمارے اعمال اسی قرآن کی تعلیمات سے مختلف یا منافی ہوں تو ظاہر ہے کہ ہم اپنے رسول سے وفا تونہیں کررہے بلکہ ان کے پیغام اوران کی سیرت کا مذاق اڑارہے ہیں۔(۱۷)

حرفِ اختتام

اللہ تعالی کا اپنے اسم گرامی قدر کے ساتھ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے نام کو مستقل کرلینا اور اسے ہر طرح کی رفعت وفضیلت سے نوازنا، اس پر خود بھی درود وسلام بھیجنا اور ملائکہ ومومنین کو بھی یہی حکم دینا، عزوشرف اور نیاز وناز کی وہ انتہا ہے جس کا اندازہ محدود ذہن وفکر کے بس کی بات نہیں ہے۔ سچ یہ ہے کہ یہ منشائے فطرت ہے کہ رب کائنات کا یہ بے مثل شاہکار ہر لحظہ تعریف کیا جاتا رہے۔ یہ ایک نوع سے اس عظیم وحسین شاہکار کی داد بھی ہے اوراس سے اپنے تعلق اوراپنی نسبت کا اظہار بھی۔اور لازم ہے کہ داد کا یہ سلسلہ قائم رہے تاکہ مانع حقیقی کا ذوقِ تخلیق اور حسنِ تخلیق پیہم سیراب ہوتا رہے اور یوں اس کی مسرتیں، داد دینے والے کے لئے نشاطِ روح کے ایوان آراستہ کرتی رہیں، یہی وجہ ہے کہ داد کا یہ سلسلہ ازل سے ہے اور ابد تک رہے گا۔

وہ نبی ﷺ جب بھی تھا جب کوئی نبی آیا نہ تھا
اس کے سائے تھے بہت جس کا خود سایہ نہ تھا
اس لئے آخر میں آیا وہ حبیبِ کردگار
تاکہ دنیا سیکھ جائے احترام انتظار
ایک ہی سورج میں ہر تنویر کو حل کردیا
اس پہ قدرت نے نبوت کو مکمل کردیا

یہ ایک بے غبار صداقت ہے کہ حضور ﷺ نبوت ورسالت کی تکمیل کے مظہر ہیں۔اس اظہار کا حقیقی مقصود یہ ہے کہ امتِ مسلمہ نقوش پائے ختم الرسل (صلی اللہ علیہ وسلم) کی چاندنی میں اپنا راستہ اور اپنی منزل متعین کرے، ہمیں پندرہ سو سال پیچھے ہٹنا ہے کہ ہماری درماندگی کو ارتقا مطلوب ہے۔اسی پسپائی میں ہمارے عروج کے راز مضمر ہیں۔ ہمیں اپنے اسلاف کی طرح علمی اور سائنسی ترقیوں میں خود کو منوانا ہے۔ دینی اور دنیاوی درس گاہوں میں ایک حسین امتزاج پیدا کرنا ہے، حرا کی خلوتوں اور بدر کی جلوتوں کو

وحدت کے سانچے میں ڈھالنا ہے، رات کے تاروں میں اپنے رازداں بھی ڈھونڈنے ہیں اور میدان کارزار میں شہسواری کا حق بھی ادا کرنا ہے، خبر، نظر اور اذان سحر میں بے مثال بننا ہے زمینی حقائق کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر، ستاروں پر کمندیں ڈالنا ہیں اور ذکر وفکر صبح گاہی کے ساتھ ساتھ رسمِ شبیری کو بھی شعار زندگی بنانا ہے۔اور یہ نظریۂ ختم نبوت کا ایک عظیم فیض ہے جس نے ہمیں بہترین امت بنا کر، پوری دنیا کا رہنما بنا دیا ہے اور میر کارواں وہی ہوتا ہے جس کی نگاہ میں رفعت، گفتار میں حلاوت اور کردار میں صلابت ہو، ہمیں صورت خورشید جینا ہے، اِدھر ڈوبے، اُدھر نکلے، اُدھر ڈوبے، ادھر نکلے، سراپا علم، سراپا عمل اور سراپا حرکت بن کر ہی ہم خود کو انقلاب آفرین بنا سکتے ہیں، جو انگیٹھی خود انگارہ نہ بنے وہ کمرے کو گرم کیسے کر سکتی ہے؟ سوچنا یہی ہے کہ کبھی ہمارے آباؤ اجداد کو پوری کائنات حیرت، حسرت، حسد اور رشک سے دیکھتی تھی اور آج ہماری حالت پر پوری دنیا ہنس رہی ہے اور ہمیں اپنی حالت پر رونا نہیں آتا آخر کیوں؟

آٹھویں قومی سیرت کانفرنس ۱۸، ۱۹ دسمبر ۱۹۸۳ء

اس کانفرنس کا موضوعِ سخن تھا

''حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بحیثیت دہندہ نظام معیشت''

فہرست مضامین درج ذیل ہے :۔

۱۔	آنحضرت ﷺ بحیثیت دہندہ نظام معیشت	مفتی غلام سرور قادری
۲۔	اسلام کی نظام معیشت، سیرت رسول ﷺ کے آئینے میں	مولانا حافظ عبدالقادر روپڑی
۳۔	حضور اکرم ﷺ بحیثیت دہندہ نظام معیشت	مولانا میاں فضل حق
۴۔	حضور ﷺ بحیثیت دہندہ نظام معیشت	علامہ سید فخر الحسن کراروی
۵۔	آنحضرت ﷺ......بحیثیت دیندہ نظام معیشت	پرفیسر ڈاکٹر مسعود احمد
۶۔	نبوی نظام معیشت میں عشر کی اہمیت اور افادیت	حافظ احمد یار
۷۔	رسول اکرم ﷺ بحیثیت معاشی نظام دہندہ	پروفیسر غلام احمد حریری
۸۔	معاشی جدوجہد کا نبوی تصور	پروفیسر ڈاکٹر خالد علوی
۹۔	آنحضرت ﷺ بحیثیت دہندہ نظام معیشت	پروفیسر ڈاکٹر جمیل احمد
۱۰۔	آنحضرت ﷺ بحیثیت دہندہ نظام معیشت	ڈاکٹر سعید اللہ قاضی
۱۱۔	آنحضرت ﷺ بحیثیت دہندہ نظام معیشت	پروفیسر ڈاکٹر امتیاز احمد
۱۲۔	معاشی انصاف وتعلیمات اسوۂ رسول ﷺ کی روشنی میں	ڈاکٹر امان اللہ خان
۱۳۔	حضرت محمد ﷺ بحیثیت دہندہ نظام معیشت	جناب عبدالعزیز عرفی
۱۴۔	نبوی تصور ملکیت	پروفیسر مولانا محمد طاہر القادری
۱۵۔	سیرت طیبہ میں تکافل اجتماعی کے مظاہر	پروفیسر طفیل ہاشمی
۱۶۔	آنحضرت ﷺ بحیثیت دہندہ نظام معیشت	علامہ شمس بریلوی
۱۷۔	پیغمبر اسلام کا اقتصادی نظام	ڈاکٹر سید سبط حسن رضوی
۱۸۔	اسلام اور گداگری	پرفیسر محمد ارشد خان بھٹی
۱۹۔	آنحضرت ﷺ کے پیش کردہ نظام معیشت کا پس منظر اور اس کی روح	جناب پروفیسر سمیع اللہ قریشی

۲۰۔	حضور اکرم ﷺ بحیثیت دہندہ نظام معیشت	پروفیسر محمد عبدالجبار شیخ
۲۱۔	حضور ﷺ اکرم بحیثیت دہندہ نظام معیشت	پروفیسر محمد متین ہاشمی
۲۲۔	آنحضرت ﷺ کا مثالی نظام معیشت اور اس کے تقاضے	حافظ نذر احمد
۲۳۔	زکوٰۃ کی وصولی اور تقسیم اسلامی ریاست کی ذمہ داری	مولانا محمد میاں صدیقی
۲۴۔	حضور اکرم ﷺ کی معاشی تعلیمات کے بنیادی اصول	پروفیسر عبداللطیف انصاری
۲۵۔	اسلام اور معاشی نظام	ڈاکٹر انعام الحق کوثر
۲۶۔	نبی اکرم ﷺ کا نظام معیشت	سید محمد شاکر حسن
۲۷۔	حضور اقدس کا اقتصادی نظام	محبوب حسن خان لودھی
۲۸۔	اسلام کے بنیادی عقیدہ ختم نبوت کی اہمیت، حقیقت اور حکمتیں	مولانا سید محمد عبدالقادر آزاد
۲۹۔	محسن انسانیت ﷺ	جناب ظفر علی قریشی

حرفِ آغاز

قرآن پاک ایک مکمل دستورِ زندگی ہے اور نبیٔ کریم ﷺ کا اسوۂ حسنہ اس الوہی دستورِ زندگی کا ایک ایسا عملی نقش ہے جس کی تابانی، زندگی کے ہر موڑ اور وقت کے ہر دوراہے پر گمراہوں کے لئے جہت نما اور منزل نشاں ہے۔حضور ﷺ کے نقوشِ پا کی چاندنی نصیب ہو جائے تو کسی اور منزل کی تلاش خود توہینِ جستجو ہے۔ ہر دور کی درماندگی، عروج وارتقا کے لئے اسی در کی محتاج ہے۔

یہ ممکن ہی نہیں، بہبود انساں کا بھی ضامن ہو
وہ مشرب جو تری شرطِ شریعت سے جدا ہوگا
تری آواز پر تہذیب چونکی، عدل جاگ اٹھا
غبار راہ میں تیرے شمارِ ارتقا ہوگا

بنیادی طور پر قرآن پاک ایک کتاب ہدایت ہے۔گو قرآن نہ سائنسی اکتشافات کا کوئی مخزن ہے نہ جغرافیائی معلومات کا کوئی مآخذ، نہ فلسفیانہ موشگافیوں کا کوئی مجموعہ ہے نہ بیان و بدیع کا کوئی شاعرانہ دیوان، نہ معاشیاتی نظریات کی کوئی دستاویز اور نہ سیاسی بصائر کا کوئی آئینہ کہ لوگ اس میں علوم و فنون ڈھونڈتے رہیں اور ہدایت کے مقصدِ اصلی کو نظر انداز کر دیں۔ یہ ایک بے غبار صداقت ہے کہ قرآن زندگی کے ہر رخ کے بارے میں ایسے رہنما اصول دیتا ہے۔ جو دل کی ہر چاہت، روح کی ہر

طلب، نگاہ کی ہر آرزو اور وقت کی ہر کروٹ کو آسودگی اور تابندگی عطا کرتے ہیں کہ یہ نورالھدیٰ بھی ہے اور انوارِ حق کا سرچشمہ بھی، نبضِ تقدس بھی ہے اور روحِ حرم بھی، فطرت کے ماتھے کا خطِ جمیل بھی ہے اور نجم و ثریا کی بانگِ رحیل بھی۔ زندگی کے ہر میدان میں، خواہ وہ اخلاقی ہو یا سماجی، سیاسی ہو یا معاشی، قرآن پاک کا ہر اصول اور صاحبِ قرآن ﷺ کا ہر عمل ایک ہی بنیاد کے گرد گھومتا ہے اور وہ بنیاد ہے ''اخلاق حسنہ''۔ کیونکہ نبیٔ پاک ﷺ کی بعثت کا اساسی مقصد ہی مکارم اخلاق کی تکمیل ہے، نتیجہ معلوم کہ۔ ''حضور اقدس ﷺ نے اخلاق انسانی کو تکمیل کے اس درجے تک پہنچا دیا کہ اخلاق آسمانی ہو کر رہ گیا۔ اللہ نے انسانوں کے لئے جو بھی اخلاق پسند فرمایا وہ دراصل اخلاق محمدی (ﷺ) ہے اور حضور ﷺ نے جس اخلاق کو پیش کیا وہ دراصل اللہ کا پسندیدہ اخلاق ہے''۔ گویا مسلمان جہاں بھی ہو اس کی گفتار میں ایک دلنوازی۔ اس کے کردار میں ایک دل آویزی اور اس کی رفتار میں ایک عاجزانہ تمکنت ہونی چاہئے کہ اسے دیکھ کر اس سے مخاطب ہو کر اور اس سے معاملہ کر کے، لوگ اس کے دین کی طرف کھینچ کر رہ جائیں۔

ایسے چلن چلو کہ کریں لوگ آرزو
ایسے رہا کرو کہ زمانہ مثال دے

اور یہ ایک تاریخی صداقت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے اسلامی تعلیمات پیش کرنے سے پہلے، کفار مکہ کے سامنے اپنے کردار و عمل کی پاکیزگی پیش کر کے، یہ ثابت کیا تھا کہ جو شخص معاملاتِ حیات میں صادق اور امین ہے وہ خالقِ کائنات کے بارے میں کب جھوٹ بولے گا اور الوہی پیغامات کے بارے میں کب خیانت کرے گا۔ کفار نے بہر نوع اس زبان کو بھی صدق اظہار مانا اور ان اعمال کو بھی معتبر تسلیم کیا، یہ الگ بات کہ دعوت حق کی قبولیت ان کے مقدر میں نہ تھی۔ کہ بعض باتیں بڑے نصیب کی ہوا کرتی ہیں، یہ کرم کے فیصلے ہوتے ہیں کہ کسی کو گھر سے نکلتے ہی منزل مل جاتی ہے اور بعض عمر بھر سفر ہی میں مرمٹ جاتے ہیں کہ کم نصیبوں سے دعائیں بھی روٹھ جاتی ہیں اور فضائیں بھی۔ آسمان سے برسنے والی ہر بوند موتی نہیں بنا کرتی، موتی بننا اسی بوند کا مقدر ہے جس کے لئے صدف کا دامن کشادہ ہوتا ہے۔

جہاں تک نظام معیشت کا تعلق ہے، قرآن پاک اور اسوۂ رسول ﷺ نے ایسی جامع ہدایات دی ہیں کہ وہ انسان کی بدوی شب و روز سے لے کر متمدن زندگی کی ہر لحہ پھیلتی پیچیدگیوں تک رفیق راہ اور چراغِ منزل ہیں۔ جوں جوں عقل انسانی آسمان کو چھوتی جا رہی ہے توں توں زمینی زندگی اضطراب کا شکار ہوتی چلی جا رہی ہے۔ چاند کا سفر آسان اور زندگی کا سفر دوبھر ہو گیا ہے۔ اور انسانیت عقلی معراج کے باوجود ٹھوکریں کھا کھا کر منہ کے بل گر رہی ہے اور عملاً اعتراف کر رہی ہے کہ اسلام ہی ایک ایسی دیوار ہے

جس میں ہر دکھتی ہوئی کمر ٹیک لگا سکتی ہے اور یہ وہ سایۂ دیوار ہے جس کے تلے ہر آبلہ پا ستا سکتا ہے حقیقت یہی ہے کہ ؎

ترے در کے سوا آسودگیٔ دل کہاں ملتی

ترے در پر زمانہ ٹھوکریں کھاتا ہوا آیا

اسلام پیامِ رحمت ہے، قران کتاب رحمت اور صاحبِ قرآن ﷺ مجسم رحمت اللہ تعالیٰ عالمین کے رب ہیں اور نبی کریم ﷺ عالمین کے لئے رحمت، عالمین میں ہر شخص اور ہر شے شامل ہے، مسلم بھی اور غیر مسلم بھی۔ حیوانات بھی اور نباتات بھی۔ اجمالی نوعیت کے اس تعارفی تبصرے میں نہ تفصیل وتعبیر کی کوئی گنجائش ہے اور نہ دلائل و براہین کی کوئی حاجت، مگر یہ تذکرہ ضروری معلوم ہوتا ہے کہ ایک بار اس استفسار پر کہ سب سے بہتر اسلام کیا ہے؟ ہادیٔ اسلام ﷺ نے فرمایا تھا کہ "حاجت مندوں کے لئے کھانے کا انتظام کرنا اور واقف و ناواقف سب کو سلام کرنا"۔ ایک اور موقع پر بھوکوں کو کھانا کھلانے کی اہمت واضح فرمار ہے تھے کہ ایک صحابیؓ نے عرض کیا "یارسول اللہ ﷺ کیا غیر مسلم کو بھی کھانا کھلانا ثواب کا باعث ہے؟ تو آپ ﷺ نے سختی سے فرمایا کہ "بھوکے انسان کو کھانا کھلانا ہے، بھوکا تو بس بھوکا ہوتا ہے۔ مسلمان ہو خواہ یہودی۔ جہاں کوئی انسان بھوکا ہو اس کو کھانا کھلایا جائے۔" گویا اسلام کے معاشی نظام کی اولین ترجیح یہی ہے کہ کوئی بھوکا نہیں ہونا چاہئے اور دوسری ترجیح سب کے لئے سلامتی چاہنا ہے اور رحمت کا یہی اقتضا، اخلاقی حسن کو چھوتا دکھائی دیتا ہے جب حضرت عمرؓ یہ فرماتے ہیں کہ "اگر فرات کے کنارے پر کوئی اونٹ (یا کتا) کسمپرسی سے ہلاک ہو جائے تو مجھے اندیشہ ہے کہ روزِ قیامت خطاب کا بیٹا اس کا جواب دہ ہوگا۔

نظام معیشت زیادہ تر زراعت، صنعت اور تجارت کے گرد گھومتا ہے۔ اسلام نے ان تینوں شعبوں میں استحصال کا ہر راستہ روکا اور خوشحالی کا ہر در کھولا، فرد اور جماعت کے درمیان ایک توازن قائم کیا، رزق حلال پر زور دیا، مزدور اور سرمایہ دار، آجر اور اجیر، مالک اور ملازم کے درمیان مؤدت کا ایک انسانی تعلق قائم کیا۔ کیونکہ معاشی ناہمواری سے اضطراب دل ابھرتا اور سکون زندگی درہم برہم ہو جاتا ہے جبکہ معاشی سیاسیت اسلامی نظام میں کلیدی حیثیت کی حامل ہے کیونکہ ایک طرف فقر وفاقہ انسان کو کفر تک لے جاتا ہے۔ تو دوسری طرف دولت کی ہوس، انسان کو حیوان بنا دیتی ہے۔ زر و مال کی زیادتی سے آنکھیں خیرہ ہو جاتی ہیں اور دولت چھن جانے سے انسان شعور کھو بیٹھتا ہے۔ نبی کریم ﷺ نے درج بالا تینوں میدانوں میں واضح اور جامع نوعیت کے رہنما اصول دیئے ہیں۔ محنت، محبت اور مہارت و دیانت میں ایک حسین امتزج قائم کیا ہے اور حق یہ ہے کہ معیشت و معاشرت میں جہاں جہاں ترقی ہو رہی ہے وہ

انہی اصولوں پرعمل کی دین ہے جو پندرہ سوسال پہلے عرب کے اس عظیم امّی ﷺ نے عنایت فرمائے تھے۔اور جہاں جہاں زوال وانحطاط کی کیفیت ہے وہ ان اصولوں سے روگردانی کا نتیجہ ہے۔اقبال نے غلط نہیں کہا تھا کہ ؎

ہر کجا بینی جہاں رنگ و بو
آنکہ از خاکش بردید آرزو
یاز نور مصطفیٰ ﷺ اور ابہاست
یا ہنوز اندر تلاش مصطفیٰ ﷺ است

اورآج کا شاعر ریاض حسین چودھری بھی حقیقت ہی کی ترجمانی کررہا ہے کہ ؎

اگر درکار ہے حسن تو ازن نسلِ آدم کو
تمدن ہر زمانے میں انہی ﷺ کا ضابطہ لائے
انہی ﷺ کے نقش پا پر ہے سفر تاریخ کا جاری
بجز سرکار ﷺ کے دنیا، جواز ارتقا لائے؟

اقتباسات

سرمایہ دارانہ نظام کے ایمان سوز تصورات ۔اشتراکیت کے ظالمانہ تصرفات۔ معاشی مساوات کے غیرفطری نظریات۔معاشی ناہمواری کے طوفان کسب معاش کے حرام طریقے۔ظلم واتحصال کی بجلیاں۔نفس پرستی۔عیاشی اورخودغرضی کی مسموم ہوائیں۔قوم کی اخلاقی صحت کوتباہ و برباد کررہی ہیں اور یہ افسوسناک صورتحال انسانوں کے خودساختہ اورمصنوعی نظام معیشت کے کرشمے ہیں۔دورحاضر میں معاشیات کے مسائل کو جس قدر اہمیت دی گئی ہے۔ ماضی میں اس کی مثال نہیں ملتی۔لیکن تعجب ہے کہ معاشی بحران اسی نسبت سے بڑھتا جارہا ہے۔ بڑے بڑے ماہر معاشیات اورفلاسفر ناکام ہو چکے ہیں۔ اطمینان وسکون کی کوئی راہ ان کونظر نہیں آتی۔

انتہائی افسوس کا مقام ہے کہ ہم مسلمان بھی اپنے معاشی مسائل حل کرنے میں سیرت نبوی ﷺ سے راہنمائی حاصل کرنے کی بجائے دنیا کے ملحد مفکرین معاشیات کی طرف دیکھتے ہیں۔جنہوں نے انسانیت کا اس قدر گھٹیا تصور پیش کیا ہے کہ گویا وہ ایک معاشی حیوان ہے۔جبکہ سرورکائنات ﷺ نے انسانیت کا اتنا بلند اور پاکیزہ تصور پیش فرمایا ہے کہ انسان کوروح کمال تک پہنچایا خلیفۃ اللہ اور مسجود

ملائک کی عظمت کا وارث بنایا۔سرور کونین ﷺ پر جو کتاب نازل فرمائی گئی اس میں انسانی زندگی کا مقصد بیان کیا گیا ہے۔

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ (ذاریات،۵٦)

میں نے جنوں اور انسانوں کو صرف اپنی عبادت کے لئے پیدا کیا ہے۔

اگر کائنات انسانی کی تخلیق اور پیدائش کی اساس صرف معاشیات کو سمجھ لیا جائے تو انسان کا مقصد حیات اپنی تمام عظمتوں سے محروم ہو جائے گا۔

رسول کائنات ﷺ نے کائنات کے لئے ایک ایسا معاشی نظام پیش فرمایا۔ جو'' سرمایہ داری'' اور'' اشتراکیت'' دونوں سے الگ ایک نہایت پاکیزہ اور صالح نظام معاش ہے۔اس کی بنیاد وحی ربانی اور پیغام آسمانی پر استوار کی گئی ہے۔اس نظام کا جس میں اصل الاصولِ یہ ہے کہ ہر فرد کو اس کے پورے پورے شخصی وفطری حقوق دیئے جائیں اور اس کے ساتھ دولت کا توازن بھی نہ بگڑنے پائے۔(۱)

حلال ذرائع سے کمائی ہوئی دولت پر بھی اسلام آدمی کے حق ملکیت کو چند قیود کے ساتھ تسلیم کرتا ہے، وہ آدمی کو پابند بناتا ہے کہ وہ اپنی کمائی کو خرچ بھی جائز ذرائع سے جائز راستوں میں ہی کرے یعنی اس کے صرف میں عیاشیوں کا رویہ اختیار نہ کرے۔شان وشوکت اور دوسروں پر اپنی خدائی کا سکہ جمانے کے لئے نہ کرے۔خداوند کریم نے اپنے نعمتوں کی تقسیم میں مساوات کو ملحوظ نہیں رکھا۔ بلکہ اپنی حکمت کی بنا پر بعض انسانوں کو بعض پر فضیلت دی ہے حسن، تندرستی، جسمانی طاقتیں۔ دماغی قابلیتیں، پیدائشی ماحول اور اس طرح کی دوسری چیزیں سب انسانوں کو یکساں نہیں ملیں ایسا ہی معاملہ رزق کا ہے۔ خدا کی بنائی ہوئی فطرت اس بات کی متقاضی ہے کہ انسانوں کے درمیان رزق میں تفاوت ہو لہٰذا وہ تمام تدبیریں۔اسلامی نقطہ سے مقصد اور اصول دونوں میں غلط ہیں، جو انسانوں کے درمیان ایک مصنوعی معاشی مساوات قائم کرنے کے لئے کی جائیں۔اسلام جس مساوات کا قائل ہے وہ رزق میں مقصود نہیں بلکہ حصول رزق کی جدوجہد کے موقع میں مساوات ہے۔(۲)

درحقیقت اسلامی معاشیات اور مادی معاشیات کے درمیان ایک گہرا بنیادی اور دور رس فرق یہی ہے کہ مادی معاشیات میں (معاش) انسان کا بنیادی مسئلہ اور معاشی ترقیات اس کی زندگی کا منتہائے مقصود ہیں اور اسلامی معاشیات میں یہ چیزیں ضروری اور ناگزیر سہی لیکن انسان کی زندگی کا اصل مقصد نہیں، اس لئے ہمیں قرآن کریم میں جہاں رہبانیت کی مذمت اور یہ کہ'' اللہ کا رزق تلاش کرو'' کے احکام ملتے ہیں جہاں ہمیں تجارت کے لئے '' فضل اللہ'' اموال کے لئے '' خیر'' (مال کو اللہ نے تمہاری بقا کا ذریعہ بنایا

ہے) خوراک کے لئے " الطیبات من الرزق" لباس کے لئے " زینۃ اللہ" رہائش کے لئے (سکون و اطمینان کی جگہ) کے احترامی القاب ملتے ہیں وہاں دنیوی زندگی کے لئے " متاع الغرور" (دھوکے کا سامان) کے الفاظ نظر آتے ہیں، ان سب چیزوں کے لئے "الدنیا" کا لفظ ملتا ہے جو اپنے لغوی مفہوم کے اعتبار سے کچھ اچھا تاثر نہیں دیتا، اور قرآن کریم کے مجموعی اسلوب سے بھی اس کی حقارت سمجھ میں آتی ہے۔

کوتاہ نظری اس موقع پر تضاد کا شبہ پیدا کرسکتی ہے لیکن درحقیقت اس کے پیچھے اصل راز یہی ہے کہ قرآن مجید کی نظر میں تمام وسائل معاش انسان کی رہ گزر کے مرحلے ہیں، اس کی اصل منزل درحقیقت ان سے آگے ہے کردار کی بلندی اور اس کے نتیجے میں آخرت کی بہبود، انسان کا اصل مسئلہ اور اس کی زندگی کا بنیادی مقصد انہی دو منزلوں کی تحصیل ہے، لیکن چونکہ ان دو منزلوں کو دنیا کی شاہراہ سے گزرے بغیر حاصل نہیں کیا جاسکتا اس لئے وہ تمام چیزیں بھی انسان کے لئے ضروری ہوجاتی ہیں جو اس کی دنیوی زندگی کے لئے ضروری ہیں، چنانچہ جب تک وسائل معاش انسان کی اصل منزل کے لئے راہ گزر کا کام دیں وہ " فضل اللہ" "خیر"" زینۃاللہ" اور " سکن" ہیں، لیکن جہاں انسان اسی رہ گزر کی بھول بھلیاں میں الجھ کر رہ جائے اور اس پر اپنی اصلی منزل مقصود کو قربان کردے یا بالفاظ دیگر وسائل معاش کو رہ گزر بنانے کے بجائے اپنی اصل منزل مقصود کے راستے میں رکاوٹ بنادے تو پھر یہی وسائل " فتنہ" اور دشمنی اور دھوکے کا سامان بن جایا کرتے ہیں۔(۳)

حضور اکرم ﷺ نے اصل اہمیت مال کو نہیں بلکہ انسان کو دی جس نے معیشت میں ایک انقلاب برپا کیا آپ نے دولت کو انسان کی خادمہ قرار دیا اور خود جس انداز سے آپ کے اہل بیت اور صحابہ نے غریبوں مسکینوں اور اسیروں کے ساتھ سلوک کیا اس سے یہ بات واضح ہوگئی کہ آپ کے نزدیک دولت وہی دولت ہے جس سے انسان کی معیشت کی فلاح واصلاح ہو سکے فیض دولت دولت نہیں بلکہ وہ ایک مصیبت ہے۔ایک انقلاب آفرین انداز فکر وعمل نے عربوں کو آپ کی طرف متوجہ کیا اور وہ آپ کی بے دریغ داد ودہش اور اخلاق عالیہ سے اس قدر متاثر ہوئے کہ چاروں طرف سے اُمڈ پڑے۔حضور ﷺ نے احترام انسانیت کا درس دیا جب تک اس انسان کا احترام نہ کیا جائے جس سے نظام معیشت وابستہ ہے نظام مؤثر نہیں ہوسکتا، حضور ﷺ نے انسان کو انسان کا بھائی بنایا۔(۴)

سرور کائنات ﷺ کے پیش کردہ معاشی نظام میں سود کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔سود مفرد ہو یا مرکب، ذاتی قرض پر لیا جائے یا تجارتی اور پیداواری قرضوں پر، حرام ہے۔اس کے لینے کو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے خلاف اعلان جنگ قرار دیا گیا ہے۔صحیح مسلم کی ایک حدیث میں رسول اکرم ﷺ

نے سود کھانے والے پر، سود کا کاغذ لکھنے والے پر اور سود کے گواہوں پر لعنت بھیجی ہے اور ان سب کو برابر قرار دیا ہے۔ اسلام میں سود کی ممانعت محض اخلاقی بنیادوں ہی پر نہیں بلکہ اس کے خطرناک اقتصادی، سماجی مضمرات کی بنا پر بھی ہے۔ سود کی لعنت متعدد قدیم معاشروں کی تباہی کا باعث بنی ہے۔ اور آج بھی جدید سرمایہ دارانہ معاشرے کی جڑوں کو کھوکھلا کر رہی ہے۔ اس کی بنیاد استحصال اور ظلم پر ہے اور اس کی وجہ سے ملک کی معیشت پر چند سرمایہ داروں کا اقتدار مسلط ہو جاتا ہے جو صحت مند معاشی جدوجہد کو ختم کر دیتا ہے اور معیشت میں عدم استحکام کا باعث ہوتا ہے۔ (۵)

یہ سرمایہ دارانہ اور ساہوکارانہ ذہنیت ہے کہ مال ہیر پھیر کر مالداروں کے پاس آتا رہے اور وہ غریبوں کے خون پسینہ کی قیمت پر امیر تر ہوتے رہیں۔ ان کی جائدادیں پھیلتی رہیں اور بینک بیلنس میں اضافہ ہوتا رہے لیکن غریب، غریب سے غریب تر ہوتے رہیں۔ اس کے برعکس اشتراکیت کا مزاج آتشی یہ ہے کہ تمام ذرائع معاش اجتماعی مفاد کے نام پر مکمل طور پر ریاست کے ارباب اختیار کے ہاتھوں میں دیدیا جائے اور انہیں روٹی، کپڑے، مکان اور چند سکوں کے عوض تمام انسانوں کی گردنوں پر مسلط کر دیا جائے۔ گویا دولت کا بہاؤ تمام تر ارباب اقتدار کی طرف ہوتا ہے۔ ان دونوں افراط وتفریط سے پاک حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کا دیا ہوا نظام معیشت ہے جو متوازن اور عادلانہ ہے جس کی روح، کَیْ لَایَکُوْنَ دُوْلَةً بَیْنَ الْاَغْنِیَاءِ مِنْكُمْ ہے۔ اس آیت کی روشنی میں ایک اسلامی حکومت کی بنیادی معاشی پالیسی یہ ہوگی کہ دولت وسرمایہ کی گردش پورے معاشرے میں جاری وساری رہے، اور اس کے پھیلاؤ سے ہر فرد کو فائدہ اٹھانے کا پورا پورا موقع ملے۔ اسی مقصد کے لئے زکوٰۃ فرض کی گئی، صدقات جاریہ کی تعلیم وتلقین کی گئی۔ سود حرام کیا گیا، میراث کے قانون بنائے گئے، ان کے علاوہ اور بھی بہت سے ایجابی اور سلبی طریقے مقرر کئے گئے۔ (۶)

اسلام جس طرح انسان کو حلال طریقے سے دولت کمانے کی تلقین کرتا ہے۔ اور تعلیم دیتا ہے۔ اس طرح سے خرچ کرنے کے بارے میں بھی انسان کو ایک خاص اخلاقی ضابطے کا پابند بناتا ہے۔ تاکہ اس سے انسان میں روحانی رفعت کے ساتھ ساتھ عام انسانوں میں باہمی تعاون، ہمدردی اور محبت کے جذبات پیدا ہوں۔ چنانچہ دولت کے ذریعے سے فضول خرچی کرنے، گانے بجانے، ریشمی لباس پہننے اور سونے اور جواہرات کے استعمال سے منع کیا گیا ہے۔ اور سادہ زندگی گزارنے کی تعلیم دی گئی ہے۔ ذاتی اخراجات میں بخل اور فضول خرچی کے درمیان اعتدال کی راہ اختیار کرنے کی تلقین کی گئی ہے۔ ارشاد ربانی ہے:۔

وَلَا تَجْعَلْ یَدَكَ مَغْلُوْلَةً اِلٰی عُنُقِكَ وَلَا تَبْسُطْهَا كُلَّ الْبَسْطِ

فَتَقْعُدَ مَلُوْمًا مَّحْسُوْرًا (۳۷)

اپنا ہاتھ نہ تو اپنی گردن سے باندھ رکھ اور نہ اسے بالکل ہی کھول دے ورنہ ملامت زدہ اور حسرت زدہ بن کر رہ جاؤ گے۔

دوسری جگہ ارشاد ہے :۔

وَالَّذِیْنَ اِذَآ اَنْفَقُوْا لَمْ یُسْرِفُوْا وَلَمْ یَقْتُرُوْا وَکَانَ بَیْنَ ذٰلِکَ قَوَامًا (۳۸)۔

خدا کے بندوں کی ایک صفت یہ ہے کہ وہ خرچ میں نہ اسراف کرتے ہیں اور نہ بخل بلکہ ان دونوں کے درمیان اعتدال پر قائم رہتے ہیں۔

فضول خرچی سے بھی منع کیا گیا، فرمایا :۔

وَلَا تُبَذِّرْ تَبْذِیْرًا، اِنَّ الْمُبَذِّرِیْنَ کَانُوْآ اِخْوَانَ الشَّیٰطِیْنِ (۳۹)

اور فضول خرچی نہ کر اس لئے کہ فضول خرچی کرنے والے شیطان کے بھائی ہیں (۷)

صالح نظام معیشت قائم کرنے کے لئے معاشرہ کے افراد میں اللہ تعالیٰ کا خوف اور اس کی کبریائی کا احساس قائم کرنا اولین ضرورت ہے۔

اس اصول کی سب سے بڑی افادیت یہ ہے کہ اس میں انسانی حریت کی ضمانت ہے۔ جب بندہ کے دل میں اللہ تعالیٰ کا خوف مستحکم اور اس کی کبریائی کا احساس جاں گزیں ہو جاتا ہے تو بندہ ہر غیر اللہ طاقت کی نفی کر دیتا ہے، وہ اپنی معیشت کو اللہ کی طرف سے سمجھتا ہے، وہ نہ غیر اللہ کی طرف اس کے حصول کے لئے جھکتا ہے اور نہ اپنی خواہشات نفسانی سے مغلوب ہو کر اس کا بے جا اسراف کرتا ہے، اس کے اس طرز عمل (Behaviour) کو کنٹرول کرنے کے لئے نہ قانون کی ضرورت ہوتی ہے اور نہ کسی مادی طاقت کے خوف کی

تاجدارِ انسانیت ﷺ کے عطا کردہ نظام معیشت کا یہ نکتہ امتیاز ہے جو نہ سرمایہ داری نظام معیشت میں ملتا ہے اور نہ دیگر نظام ہائے معیشت میں۔ کمیونزم تو اس اصول کی نفی کرتا ہے۔ یہی وجہ ہے انسانی خوش حالی کا تصور تو ان تمام نظاموں میں موجود ہے لیکن انسانی حریت کی ضمانت مفقود ہے۔ کہیں انسان اپنی خود ساختہ طاقت کے ہاتھوں مجبور و بے کس ہے اور کہیں انسان اپنی نفسانی خواہشات کے تابع ہے۔ مثلاً اشتراکی نظام معیشت میں نام نہاد ملکیت کے عوض انسان کو روٹی کی ضمانت تو مل گئی لیکن فکر و عمل کی آزادی جاتی رہی۔ اسی طرح سرمایہ داری نظام میں روٹی کا حصول تو عام ہو گیا لیکن خواہشات نفسانی بے لگام ہو کر ارتکاز دولت (Concentration of wealth) کا سبب بن گئیں۔ اور اسی بناء پر

احساس محرومی طبقۂ کثیر کا مقدر بن گیا(۸)

اسلامی نظام معیشت اور دیگر نظام ہائے معیشت میں یہی فرق ہے کہ اسلامی نظام معیشت روح کو مجروح کئے بغیر جسم کو غذا پہنچاتا ہے اور جسم کو مضمحل کئے بغیر روح کو توانا بناتا ہے جبکہ دوسرے نظاموں میں سرے ہی سے روح کا تصور ہی نہیں ہے اس لئے صرف جسم کی نشو ونما اور ارتقا پر زور دیا جاتا ہے اور روح انسانیت کو پامال کردیا جاتا ہے۔ نتیجے میں کیا ہوتا ہے کہ جسمانی آسودگی کو مقصد حیات سمجھ لیا جاتا ہے اخلاق کی دنیا ویران ہوجاتی ہے اور آداب کی محفل پریشان ہوجاتی ہے۔ لیکن جسم کی دنیا بھی آباد نہیں رہتی۔ اعصابی امراض، خفقان اور اختلاج قلب سے برباد ہوجاتی ہے عیش وعشرت کے سامان اور معاشی خوشحالی کے باوجود مخملی بستر پر نیند نہیں آتی خواب آور گولیاں اور نشہ آور دوائیں تھپکیاں دے کر سلانا بھی چاہتی ہیں تو نیند نہیں آتی بلکہ قارون صفت سرمایہ دار اور فرعون اعمال حکام تمام رات کروٹیں بدلتے رہتے ہیں اور پرسکون نیند کے ایک ایک لمحے کو ترستے رہتے ہیں۔ اسلامی نظام معیشت جسم کو سکون دینے کے ساتھ ساتھ جان کو بھی آرام دیتا ہے۔(۹)

اسلام گداگری کی سخت مذمت کرتا ہے۔ گداگر اور فقیر وہ شخص ہے جو صبح وشام کی ضروریات پوری کرنے کی بھی مالی استطاعت سے محروم ہو اور دوسروں سے مانگ کر اپنی ضروریات پوری کرتا ہو۔ اسلام کسی شخص کو عام حالات میں دست سوال دراز کرکے اپنی عزت نفس کو خاک میں ملانے کی اجازت نہیں دیتا۔ اسلام ہر شخص کو اپنے دست وبازو استعمال کرکے کمائی کرنے کی تلقین کرتا ہے اور اس کھانے سے کوئی بہتر کھانا قرار نہیں دیتا جو ہاتھ کی کمائی سے تیار کیا گیا ہو۔ تاریخ انسانی شاہد ہے کہ خدا کے سب سے نیک اور معزز بندے انبیاء علیہم السلام بھی سب اپنے ہاتھوں سے کما کر کھاتے تھے۔ یہ اس بات کا بین ثبوت ہے کہ ''محنت میں عظمت'' ہے اور چھوٹے سے چھوٹا کام کرنے میں بھی عار نہیں ہونی چاہئے(۱۰)

سورۃ الحدید میں اللہ تعالیٰ دولت کمانے کے بے لگام محرکات میں لہو ولعب، زینت، باہمی تفاخر اور کثرت مال کو شمار کرتا ہے اور کہتا ہے کہ صرف انہی کے لئے اپنی معیشت کو وقف کردینا انسان کو خدا کی مغفرت اور اس کی رضامندی سے دور کردیتا ہے اس لئے دنیاوی معیشت یا وسائل وتصرف معیشت کا یک رخا تصور متاع غرور کے سوا کچھ اور نہیں گویا نبی اکرم ﷺ نے بے اندازہ دولت کمانے اور معیشت کے ان مذکورہ محرکات کو کسی طور اچھا نہیں جانا اس کی وجہ یہ ہے کہ اس سے غربت اور امارت کے درمیان خلیج پھیلتی چلی جاتی ہے جو درحقیقت ایک منزل پر آکر معاشی فساد کی اصل وجہ بن جاتی ہے۔ اس خلیج کو صرف خدا کی رضامندی کے حصول کے شوق کے عملی اظہار سے ہی پاٹا جاسکتا ہے اور خدا کی رضامندی یہی ہے

کہ امیر اور غریب اپنی جدوجہد میں ایک دوسرے کے جس قدر قریب آسکیں آئیں۔(۱۱)

قرآن نے اس حقیقت سے نقاب کشائی کی ہے کہ سود اگرچہ شخصی دولت میں اضافے کا باعث ہے لیکن قومی سرمائے کو تباہ و برباد کر دیتا ہے جس سے نہ صرف پورا معاشرہ افلاس کا شکار ہو جاتا ہے بلکہ خود وہ شخص بھی کسی طرح محفوظ نہیں رہتا۔اس کے برخلاف صدقہ وخیرات سے قوم کے نہ کمانے والے غریب ونادار افراد کی امداد ہوتی ہے اور ان میں اجتماعی تحفظ کا احساس پیدا ہوتا ہے۔

نیز یہ بات بھی واضح ہے کہ سود خوار اپنے مال کے اضافے اور ترقی کی حرص میں اتنا آگے بڑھ جاتا ہے کہ سود کی جس تلوار سے وہ دوسرے کو قتل کر کے اس کی دولت پر قابض ہو جاتا ہے اسی تلوار سے کوئی بڑا سود خور اس کو قتل کر دیتا ہے اور بالآخر اس کے تمام سرمائے اور منافع پر قبضہ کر لیتا ہے لیکن صدقہ و خیرات دینے والا جو دوسروں کا مال نہیں لوٹتا بلکہ خود دوسروں پر خرچ کرتا ہے اور سلامت روی کے ساتھ اپنے کاروبار کو چلاتا ہے اس کو کوئی دوسرا بھی لوٹنے نہیں پاتا۔چنانچہ دنیا کے بڑے بڑے شہروں کی منڈیاں اور سٹاک ایکسچینج اس عبرتناک المیہ کی جاگتی تصویر ہیں۔اس لئے سود خور کو اتنی فرصت کہاں کہ وہ دوسروں کی مدد کا فرض ادا کرے وہ تو ہر آن اس تاک میں رہتا ہے کہ دوسرے مصیبتوں اور پریشانیوں میں مبتلا ہوں اور وہ ان کے مصائب سے پورا فائدہ اٹھائے۔دوسری طرف جو صدقہ دینے والے اور مال خرچ کرنے والے ہیں وہ ہمیشہ قابل ہمدردی افراد کی تلاش میں لگے رہتے ہیں۔تاکہ وہ اپنے مال و دولت سے اس کی مدد کریں اور اس کے زخم دل پر مرہم لگائیں۔(۱۲)

قرآن نے بے شمار مقامات پر نماز اور زکوٰۃ کے حکم کو ساتھ ساتھ بیان کر کے یہ بتایا ہے کہ عملی زندگی میں ایمان والوں کے لئے یہ دونوں ضروری ہیں کیونکہ نماز کا قیام اور زکوٰۃ کی ادائیگی اسلامی زندگی کو اپنانے کی محسوس اور مرئی نشانیاں ہیں کہ جن کے بغیر ایک مسلمان کی اسلامی زندگی کی تکمیل ممکن نہیں زبان نبوت نے انہی کو مشرکین سے جنگ کے خاتمے کے لئے شرط لازم قرار دیا اور یہی دونوں اسلامی معاشرے کے لئے ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتی ہیں۔کیونکہ ایک ان میں سے بدنی عبادت ہے اور دوسری مالی اس لئے آپ ﷺ نے فرمایا کہ :۔

> میں اس بات پر مامور ہوں کہ لوگوں سے اس وقت تک جنگ کرتا رہوں جب تک وہ گواہی نہ دے دیں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد اللہ کے رسول ہیں۔نماز قائم کریں اور زکوٰۃ دیں جب یہ کرلیں گے تو مجھ سے اپنی جان و مال کو بچالیں گے۔

ایک طرف تو رسول عربی ﷺ نے دولت کو تمام افراد قوم میں گردش کرنے اور مالداروں کے مال میں ناداروں کو حصہ دار بنانے کا انتظام کیا۔ دوسری طرف اسلام کی تعلیم ہے کہ اپنے اخراجات میں حتی الامکان کفایت شعاری اقتصاد کو ملحوظ خاطر رکھا جائے۔ اس بارے میں قران کریم کی جامع تعلیم یہ ہے :

وَلَا تَجْعَلْ يَدَكَ مَغْلُوْلَةً اِلٰى عُنُقِكَ وَلَا تَبْسُطْهَا كُلَّ الْبَسْطِ فَتَقْعُدَ مَلُوْماً مَّحْسُوْراً ۔ (بنی اسرائیل۔۲۹)

نہ اپنے ہاتھ کو اپنی گردن سے باندھے رکھ اور نہ ان کو بالکل ہی پھیلا دے کہ بعد میں حسرت زدہ بن کے بیٹھا رہے۔

وَالَّذِيْنَ اِذَا اَنْفَقُوْا لَمْ يُسْرِفُوْا وَلَمْ يَقْتُرُوْا وَكَانَ بَيْنَ ذٰلِكَ قَوَامًا. (فرقان)

اللہ کے نیک بندے وہ ہی ہیں کہ جب خرچ کرتے ہیں تو نہ اسراف کرتے ہیں۔ اور نہ بخل سے کام لیتے ہیں، بلکہ دونوں کے درمیان معتدل رہتے ہیں۔

اس تعلیم کا منشا یہ ہے کہ ہر شخص کو اپنے معاشی وسائل کے اندر رہتے ہوئے خرچ کرنا چاہئے۔

اسلام نے قتصاد اور کفایت شعاری کے لئے اخلاقی تعلیم دینے پر ہی اکتفا نہیں کیا۔ بلکہ اس نے بخل اور فضول خرچی کی انتہائی صورتوں کو روکنے کے لئے قوانین بھی بنائے ہیں۔ اور ایسے تمام طریقوں کا سد باب کرنے کی کوشش کی ہے۔ جو تقسیم دولت کے توازن کو بگاڑنے والے ہیں۔ وہ جوئے کو گردانتا ہے۔ اور ایسے تمام کاروبار جن میں میسر کا پہلو ہونا جائز گردانا ہے۔ شراب اور زنا سے روکتا ہے۔ لہو ولعب کی بہت سے مسرفانہ عادتوں کو جن کا لازمی نتیجہ ضیاع وقت وضیاع مال ہوتا ہے۔ ممنوع قرار دیتا ہے۔ جمالیات طبعی رجحان کو بھی اقتصادی حدود کا پابند بناتا ہے۔ قیمتی ملبوسات زرو جواہر کے زیورات سونے و چاندی کے ظروف اور تصاویر اور مجسموں کے بارے میں نبی کریم ﷺ سے جو احکام مروی ہیں ان سب میں دوسرے مصالح کے ساتھ ایک مصلحت یہ بھی پیش نظر ہے جو دولت تمہارے بہت سے بھائیوں کی ناگزیر ضرورتیں پوری کرسکتی ہے۔ اسے محض اپنے جسم اور گھر کی تزئین وآرائش پر صرف کر دینا جمالیت نہیں شقاوت اور بدترین خودغرضی ہے۔ (۱۳)

حرفِ اختتام

الغرض اسلام کے مجوزہ نظامِ معیشت میں مادی منفعت بھی ہے اور روحانی رفعت بھی مقصود

ایک ایسا فکری تقدس، قلبی گداز اور اُخروی جوابدہی کا خوف پیدا کرنا ہے کہ اس کی بدولت ، انسان کا دوسرے انسانوں کے ساتھ تعلق خاطر مضبوط ہوتا چلا جائے اور ہر مقام پر آرزو، اللہ تعالیٰ کی رضا کے حصول کی رہے اور یہی طلب ہے اس نصِ قرآنی کی جس کا ترجمہ یہ ہے کہ ''آپ فرمادیں کہ میری نماز، میرے تمام مراسمِ عبودیت، میرا جینا، مرنا، سب کچھ اللہ رب العالمین کے لئے ہے''۔تلاش رزق سے لے کر کسب حلال تک، مسائل سے لیکر وسائل تک بے روزگاری سے لے کر گداگری تک، ناپ تول سے لے کر قول وقرار تک، اکتنازِ زر سے لے کر گردش زر تک، احتکارِ مال سے لے کر جاگیردار تک اور مزدور سے لے کر سرمایہ دار تک، جتنے بھی اس دور کے شعبے ہیں ان سے متعلق اسلام نے ایسی ہدایات دی ہیں جو بہر اعتبار کامل ہیں اور ان میں نہ کسی ترمیم کی ضرورت ہے نہ اضافے کی، کہ وہ اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ ہیں اور رب العالمین انسانی ضروریات کو خوب جانتے ہیں اور نبیٔ پاک ﷺ نے اللہ تعالیٰ کی ان ہدایات کو نوعِ انسانی تک من وعن پہنچا دیا ہے۔اور سچی بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک زمین سے آسمان تک صرف زبان نبوت ہی معتبر ہے۔کیونکہ وہاں زبان اور دل میں سرِمو فرق نہیں ہیں۔باقی سب کے اعتبار کو عمل سے مشروط کر دیا گیا ہے۔ہمارا المیہ یہ ہے کہ ہم فعال کم اور قوال زیادہ ہیں، ہمارے پاس صرف الفاظ کا حسن ہے جبکہ عمل کی سیہ دلی ہمارا ماتم کر رہی ہے ؎

قالِ زبان کا ہو نہ سکا، حال دل رفیق
خالی مرا حرم نہیں، لات و منات سے

ضرورت ہے کہ معیشت و معاشرت میں ہم خود کو عملاً مسلمان ثابت کریں، امانت و دیانت اور عہد و پیمان کی پابندی کو بہر حال نبھائیں۔نبیٔ کریم ﷺ کے اس مختصر سے فرمان میں حکمت کا ایک بے پایاں سمندر بند ہے کہ :۔''جس میں امانت داری نہیں اس میں ایمان نہیں اور جس میں عہد کی پابندی نہیں، اس میں دین نہیں''۔اللہ تعالیٰ نے اقوال کی صداقت اور اعمال کے حسن کو منزلِ مراد تک پہنچانے کے لئے سورۂ آل عمران کی آخری آیت میں جن اوصاف کا ذکر کیا ہے انہی کو اپنا کر ہم دنیا اور آخرت میں کامیاب ہو سکتے ہیں، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں :۔

یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اصْبِرُوْا وَصَابِرُوْا وَرَابِطُوْا قف وَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ○

مومنو! ثابت قدم رہو اور مضبوطی پکڑو اور لگے رہو اور اللہ سے ڈرتے رہو، شاید تم اپنی مراد کو پہنچو

مولانا محمد حنیف ندویؒ کے الفاظ ہیں:

> اس آیت میں تمام ان صفات کا ذکر کیا گیا ہے جو کامیاب انسان کے لئے ضروری ہیں صبر، مصابرہ اور رباط، یہ تین چیزیں ہیں جن کا اس آیت میں ذکر ہے۔ صبر کے معنی حسب ذیل ہیں۔(۱) توحید و معرفت میں غور وفکر۔(۲) فرائض ومندوبات پر مداومت۔(۳) مشتبہات سے احتراز

کیونکہ ان ہرسہ معانی میں مشقت وکوفت ہے جس کا برداشت کرلینا صبر ہے۔ دقت نظر کی مشکلات سے کون ناواقف ہے۔ فرائض ومندوبات پر مداومت بھی دشوار ہے اور منہیات سے احتراز تو بہت ہی مشکل امر ہے۔ اس کے بعد ''مصابرہ'' کا درجہ ہے۔ مصابرہ کہتے ہیں ہر اس تکلیف کے برداشت کرنے کو جس کا تعلق دوسرے نفس سے ہے۔ یعنی اعزہ واقارب کی تکلیفیں، اہل ملک وملت کی تکلیفیں اور مخالفین غیر حکومت کے مصائب ومظالم، جو شخص ان مشکلات کو برداشت کرے وہ مصابر ہے۔ اس کے بعد رباط کی تلقین ہے، رباط لغۃً گھوڑے باندھنے کو کہتے ہیں کہ مخالفین کے لئے ہر وقت خیل وحشم کے ساتھ تیار رہو''۔ الغرض اس آیت میں معاشرتی زندگی کے سبھی پہلو آگئے ہیں، ذاتی بھی، آفاقی بھی، پیوستگی بھی، وابستگی بھی، کامیابی بھی، کامرانی بھی۔(مرتب)

حوالہ جات، مقالات ساتویں قومی سیرت کانفرنس

۱۔	حافظ مظہر الدین	نشان راہ	ص ۸۴
۲۔	مولانا محمد حنیف ندوی	سراج البیان	ص ۲۵۴
۳۔	جسٹس (ر) قدیر الدین	مقالہ	ص ۱۰۵
۴۔	ڈاکٹر سید محمد عبداللہ	ایضاً	ص ۱۱۱
۵۔	علامہ سید محمود احمد رضوی	ایضاً	ص ۱۳۳
۶۔	علامہ سید محمد رضی	ایضاً	ص ۱۴۹
۷۔	علامیہ سید محمد رضی	ایضاً	ص ۱۵۲
۸۔	مفتی شجاعت علی قادری	//	ص ۱۷۶
۹۔	مولانا محمد اطہر نعیمی	//	ص ۱۹۳
۱۰۔	مولانا سعید الدین شیرکوٹی	//	ص ۲۰۷

۱۱۔	قاضی نور الحق ندوی	//	ص ۲۳۸
۱۲۔	پروفیسر عبداللطیف انصاری	//	ص ۳۰۱
۱۳۔	پروفیسر محمد عبدالجبار شیخ	مقالہ	ص ۳۰۸
۱۴۔	پروفیسر سمیع اللہ قریشی	//	ص ۳۲۳
۱۵۔	سید فیضی	//	ص ۳۴۳
۱۶۔	حکیم محمد یحییٰ خاں شفا	//	ص ۳۸۱
۱۷۔	عنایت اللہ	//	ص ۴۰۹

نوٹ:

زیرنظر شمارے کے پیش لفظ سے پتا چلا ہے کہ وزارت مذہبی امور نے اس وقت تک مقالات سیرت پر مشتمل چار کتابیں شائع کی ہیں۔جن میں سے پہلی کتاب Message of the Prophet تھی جو بین الاقوامی سیرت کانفرنس کے چیدہ چیدہ مضامین پر مشتمل تھی۔ باقی تین کتابیں قومی سیرت کانفرنسوں میں پڑھے گئے مقالات پر مشتمل ہیں۔

حوالا جات مقالات آٹھویں قومی سیرت کانفرنس

۱۔	مولانا حافظ عبدالقادر روپڑی	صفحہ ۳۲۔۳۳
۲۔	مولانا میاں فضل حق	صفحہ ۴۴۔۴۵
۳۔	علامہ سید فخر الحسن کراروی	صفحہ ۶۵۔۶۶
۴۔	پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد	صفحہ ۸۵
۵۔	پروفیسر غلام احمد حریری	صفحہ ۱۲۴
۶۔	ڈاکٹر جمیل احمد	۱۵۸
۷۔	ڈاکٹر سعید اللہ قاضی	صفحہ ۱۸۴
۸۔	ڈاکٹر امان اللہ خاں	صفحہ ۲۲۵
۹۔	ڈاکٹر سید سبط حسن رضوی	صفحہ ۳۱۸
۱۰۔	پروفیسر محمد ارشد خان بھٹی	صفحہ ۳۳۰
۱۱۔	پروفیسر سمیع اللہ قریشی	صفحہ ۳۴۶
۱۲۔	پروفیسر عبدالجبار شیخ	صفحہ ۳۷۱۔۳۷۸
۱۳۔	پروفیسر عبداللطیف انصاری	صفحہ ۴۳۰۔۴۳۱